بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور

زیر سر پرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۴۲ شمارہ ۷

جولائی ۲۰۱۸ء

شوال - ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا عبد المبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر 15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	حج وزیارت کی چند عشق انگیز باتیں	مبارک حسین مصباحی	۳
	---روحانیات---		
انوار تحقیق	قرآن عظیم میں تقویٰ شعاروں کے تین اوصاف	مفتی محمد علی قاضی	۸
	---فقہیات---		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۱
	---نظریات---		
فکر امروز	مساجد میں امام کی تبدیلی	مولانا محمد عابد چشتی	۱۳
	---اسلامیات---		
شعائر	حجاج کرام اپنے سفر کو بامقصد بنائیں	حافظ محمد ہاشم قادری	۱۷
تجزیہ	ہلال اور غلط فہمیوں کا ازالہ	مفتی محمد علی قاضی	۱۹
	---شخصیات---		
انوارِ حیات	اہل بیت کون؟	مولانا محمد عارف اللہ فیضی مصباحی	۲۳
نقوشِ حیات	حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	مولانا محمد عبد اللہ نعیمی	۲۷
	---بزمِ دانش---		
فکرونظر	سوشل میڈیا کے بڑھتے رجحانات: اثرات ونتائج	محسن رضا ضیائی/خالد سلیم مدنی	۳۲
	---ادبیات---		
گوشۂ ادب	ڈاکٹر شکیل اعظمی کی نعتیہ شاعری	ظفر الاسلام	۴۰
نقدونظر	آئینۂ اخی سراج الدین عثمان: احوال وآثار	تبصرہ نگار: مولانا توفیق احسن برکاتی	۴۵
خیابانِ حرم	نعتیں	رفیع بدایونی/ڈاکٹر ارشاد کاشر/قمر جیلانی	۴۹
	---وفیات---		
سفر آخرت	علامہ محمود احمد رفاقتی کا وصال ملت اسلامیہ کا عظیم خسارہ	شاہ محمد انور علی سہیل فریدی	۵۰
	جامعہ اشرفیہ میں اہلیہ مفتی اعظم راجستھان کو ایصالِ ثواب	رحمت اللہ مصباحی	۵۲
	مفتی اشفاق حسین نعیمی کی زوجہ محترمہ کا انتقال پر ملال	محمد فاضل مصباحی	۵۲
	---مکتوبات---		
صدائے بازگشت	نور الہدیٰ مصباحی		۵۳
	---سرگرمیاں---		
رودادِ چمن	عرس علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی	مبارک حسین مصباحی	۵۴
خیر وخبر	ممبئی میں ۱۵/واں سالانہ عرس شہید راہِ مدینہ/ترکی میں ایمرجنسی کا خاتمہ عنقریب		۵۶

حج وزیارت کی چند عشق انگیز باتیں

مبارک حسین مصباحی

انسان اپنی زندگی میں بے شمار سفر کرتا ہے، ہر سفر کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے لیکن حج وزیارت کا سفر سب سے اہم اور سب سے زیادہ بابرکت ہے۔ اس مقدس سفر کے لیے ہر بندۂ مومن بے چین و مضطرب رہتا ہے، اگرچہ اس سفر کے لیے مسلم، عاقل، بالغ اور اہلِ خانہ کی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ زادِ سفر پر قادر ہونا شرط ہے، مگر ہر امیر و غریب کی دلی آرزو ہوتی ہے کہ وہ جتنا جلد ہو سکے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ حاضر ہو جائے۔ مشائخ و صوفیا کا اضطراب بھی دیدنی ہوتا ہے، شعرائے کرام اور اہلِ عشق و محبت حیرت انگیز انداز میں اپنی آرزوؤں کا اظہار کرتے ہیں، آج تو دنیا بھر میں ہوائی سفر کا نظم ہے، اس سے پہلے سمندری جہازوں سے سفر کرتے تھے، مختلف ممالک سے ہفتہ بھر یا اس سے زیادہ کا سفر دلوں کی دنیا کو تہ و بالا کر دیا کرتا تھا، ایسا لگتا تھا کہ یہ سفرِ حرمین طیبین نہیں بلکہ سفرِ آخرت ہے، جانے والوں کا ملنا، رونا اور رخصت کرنے والوں سے مل کر آہ و زاری کرنا دل و دماغ کو متاثر کرنے والا الم ناک منظر ہوتا تھا۔ اب ذرا ان عشاق کی زندگیوں پر ایک نظر ڈالیں جو پانچ سال، چار سال اور تین تین سال پیدل سفر کرتے تھے، معاملہ صرف یہ نہیں تھا کہ ان پر حج فرض ہو گیا تھا، بلکہ جنونِ عشق میں نہ جانے کتنے قافلے اٹھے اور مزدوری کرتے ہوئے انھوں نے اپنے سفر کو آگے بڑھایا، ہمیں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ اس مقدس سفر میں کتنے حجاجِ کرام مشکلات کی تاب نہ لا کر واصل بحق ہو گئے، یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ حج و عمرہ کے سفر میں اگر کسی خوش نصیب کو موت آجائے تو وہ اب قیامت تک ہر سال حج و عمرہ کا ثواب پاتا رہے گا۔

قرآن عظیم اور احادیث نبویہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے بنایا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور ہدایت تمام جہان کے لیے، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقامِ ابراہیم اور جو شخص اس میں داخل ہو بہ امن ہے اور اللہ عزوجل کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے، جو شخص بہ اعتبار راستے کے اس کی طاقت رکھے اور جو کفر کرے تو اللہ [عزوجل] سارے جہان سے بے نیاز ہے۔“ (آلِ عمران، ۹۶، ۹۷)

اللہ تعالیٰ مزید دوسرے مقام پر فرماتا ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ. ترجمہ: ”حج و عمرہ اللہ [عزوجل] کے لیے پورا کرو۔ (البقرۃ:۱۹۶)

حدیثِ نبوی کی معروف کتاب مسلم شریف میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا: ”اے لوگو! ”تم پر حج فرض کیا گیا، لہٰذا حج کرو۔“ ایک شخص نے عرض کیا: کیا ہر سال یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی، اس شخص نے تین بار یہ کلمہ کہا۔ **آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہو سکتا۔** پھر فرمایا: جب تک میں کسی بات کو بیان نہ کروں تم مجھ سے سوال نہ کرو۔ اگلے لوگ کثرتِ سوال اور پھر انبیا کی مخالفت کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ لہٰذا جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اسے کرو اور جب میں کسی بات سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔“ (صحیح مسلم، کتاب الحج، الحدیث: ۱۳۳۷، ص: ۶۹۸)

قرآن عظیم کی ان آیاتِ مقدسہ سے حج کی فرضیت کا حکم معلوم ہوا، پھر اس کے بعد حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی فرضیت کا حکم مزید واضح ہو گیا۔

بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وہاں موجود ایک شخص نے سوال کیا: کیا ہمیں یہ حج ہر سال کرنا ہے؟ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرمایا اور مزید ارشاد فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو تم پر واجب ہو جاتا اور تم سے نہ ہو سکتا۔ اس ارشادِ پاک سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریعی اختیار واضح ہو گیا کہ اگر آپ صرف ”ہاں“ فرما دیتے تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔

اب ان حضرات کو غور کرنا چاہیے جو آں حضرت ﷺ کو صرف ایلچی کہتے، لکھتے اور مانتے ہیں۔ ہمارے آقا ﷺ کے قانون داں اور قانون ساز ہونے پر بے شمار دلائل موجود ہیں، انھیں میں سے ایک اہم دلیل یہ حدیثِ پاک بھی ہے۔

اس سے حضور ﷺ کے غیب داں ہونے کی بھی دلیل معلوم ہوئی کہ آپ نے چودہ سو برس پہلے ہی جان لیا تھا ہر سال حج کرنا میری امت پر مشکل ہوگا۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”جس نے حج کیا اور فحش کلام نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہوکر ایسا لوٹا جیسے اس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔“ (صحیح البخاری، کتاب الحج، الحدیث: ۱۵۲۱، ج:۱، ص:۵۱۲)

حج مبرور کو گناہوں سے پاک ہونے کا پروانۂ نجات عطا کرنا اور بالکل اسی طرح ہو جانا کہ ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا، یہ بڑی اہم سرفرازی ہے۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ”عمرہ سے عمرہ تک ان گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حجِ مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔“ (صحیح البخاری، کتاب العمرہ، الحدیث: ۱۷۷۳، ج:۱، ص:۵۸۶)

یہ کسی عام انسان کا قول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ عمرہ سے عمرہ تک ہونے والے ان گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے، آپ کی زبان فیض ترجمان کی وہ تاثیر ہے کہ جسے چاہا جنتی ہونے کا مژدۂ جاں فزا سنا دیا اور وہ شخصیت بلا شبہہ جنتی ہوگئی، آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ ہمارے آقا ﷺ بلا شبہہ وجہِ کائنات اور دونوں عالم کے مالک و مختار ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا　　　　تمھاری شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

ترمذی، ابنِ خزیمہ اور ابن سبان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: ”حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔“

(جامع الترمذی، ابواب الحج، الحدیث: ۸۱۰، ج:۲، ص:۲۱۸)

اس حدیث میں آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ حج و عمرہ محتاجی کو دور کرتے ہیں۔ عام طور پر مسلمان اقتصادی طور پر پریشان رہتے ہیں۔ کوئی کھانے پینے کے لیے الجھا رہتا ہے، کسی کے رہنے سہنے کے لیے قیام کی دقت ہے، کوئی سماجی طور پر عزت سے محروم ہے، کوئی اپنی اور اپنے اہل و عیال کی بیماریوں میں شش و پنج میں مبتلا ہے۔ لفظ ”محتاجی“ معنوی طور پر اپنے اندر ایک وسیع معنیٰ رکھتا ہے جس کی بے شمار شاخیں ہیں۔ آقا ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ حج و عمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے۔

بزار نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، حضور ﷺ نے فرمایا: ”حاجی اپنے گھر والوں میں سے چار سو کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔“ (مسند البزار، مسند ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، الحدیث: ۳۱۹۶، ج:۸، ص:۱۶۹)

اس حدیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ایک حاجی اپنے اہلِ خانہ کے چار سو افراد کی شفاعت کرے گا، ایک بندۂ مومن کے لیے یہ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے شفاعتِ کبریٰ کے تاج دار حضور ﷺ کے طفیل اسے بھی شفاعت کرنے اور اپنے خاندان کے چار سو افراد کے گناہوں کے معاف کرانے کی دولت سے سرفراز فرما دیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کے حج کو بھی حجِ مبرور فرمائے اور جو اب تک اس اہم نعمت سے محروم ہیں انھیں بھی اس عظیم دولت سے مالا مال فرمائے، آمین۔

ابنِ خزیمہ و حاکم ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ”جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے، اس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کی مثل لکھی جائیں گی، کہا گیا، حرم کی نیکیوں کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا: ہر نیکی لاکھ نیکی ہے۔“ (المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، الحدیث ۱۷۳۵، ج:۲، ص:۱۱۴)

اس طرح ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں ہوئیں، واللہ ذو الفضل العظیم. ، بلا شبہہ یہ مقدس اور مبارک روایت سرکار ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔ اس مستند ارشاد میں وہی شک و شبہہ کر سکتا ہے جس کے عشق و ایمان میں کوئی کمی ہو۔ آپ ذرا اسلام کی تاریخ اٹھا کر دیکھیے، اللہ تعالیٰ کے بے شمار نیک بندے گزرے ہیں جو مدینہ منورہ اور دور دراز علاقوں سے پاپیادہ حج کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں، اس طرح آپ خود

اندازہ کریں، ان صالحین کے لیے اللہ تعالیٰ کے کتنے انعامات اور اکرامات ہوتے ہوں گے۔

طبرانی وابویعلیٰ ودارقطنی وبیہقی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”جو اس راہ میں حج یا عمرہ کے لیے نکلا اور مرگیا اس کی پیشی نہیں ہوگی، نہ حساب ہوگا اور اس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا۔“

[المعجم الاوسط، باب المیم، الحدیث ۵۳۸۸، ج:۴، ص:۱۱۱]

ایک بندۂ مومن جو عشق و محبت میں ڈوب کر حج یا عمرہ کے لیے اپنے گھر سے نکلا اور راستے میں آتے جاتے کسی بھی مقام پر واصل بحق ہوگیا اور موت کی آغوش میں چلا گیا، بارگاہِ الٰہی میں اس کا مقام کتنا بلند ہوگیا کہ نہ اس سے سوال و جواب ہوں گے، نہ میدانِ محشر میں حساب ہوگا بلکہ ارشادِ الٰہی ہوگا: اے میرے بندے! جا تو سیدھا جنت میں چلا جا۔

اسی طرح ابو یعلیٰ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو حج کے لیے نکلا اور مرگیا، قیامت تک اس کے لیے حج کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا اور جو عمرہ کے لیے نکلا اور مرگیا اس کے لیے قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھا جائے گا۔“ (مسند ابی یعلیٰ، الحدیث: ۶۳۲۷، ج:۵، ص:۴۴۱)

حج یا عمرہ کرنے والوں کی راہ میں موت کے تعلق سے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے، اب ذرا آپ حساب لگائیں کہ قیامت تک کتنے سال باقی ہیں اور قیامت تک مسلسل ہر برس ثواب ملنے پر اس کے نامۂ اعمال میں کتنا ثواب ہو جائے گا۔ خوش نصیبوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہ خاص انعامات ہیں۔

حج و زیارت کے حوالے سے چند عشق انگیز واقعات:

حضرت رابعہ بصری قدس سرہا [ولادت ۹۵ھ یا ۹۹ھ] ایک انتہائی نیک سیرت خدا رسیدہ ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ کی زندگی اور بندگی کے بے شمار واقعات مشہور ہیں۔ ہم یہاں صرف ان کے حج و زیارت کے سفر کو انتہائی اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں:

”آزادی [کچھ دنوں کے لیے باندی بنالی گئی تھیں] کے بعد آپ نے طویل عبادت و ریاضت کی زندگی بسر کی اور اس دوران حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ ایک گدھے پر سامان لاد کر چل پڑیں، آپ کا یہ گدھا بہت نحیف تھا، سفر کی صعوبتیں برداشت نہ کرسکا اور راستے ہی میں مرگیا، قافلے والوں نے ازراہِ ہمدردی کہا کہ کوئی بات نہیں ہم آپ کا سامان اٹھالیں گے، آپ اپنا سفر ہمارے ساتھ جاری رکھیں، آپ نے قافلے والوں سے فرمایا، آپ جائیں میں نے یہ سفر اپنے پروردگار کے بھروسے اور توکل پر شروع کیا تھا، قافلے والوں نے یہ سنا تو خاموش ہوگئے اور آپ کو تنہا چھوڑ کر روانہ ہوگئے، اب آپ جنگل میں اکیلی تھیں، آنسوؤں کا دریا آپ کی آنکھوں سے رواں تھا۔

آپ نے عرض کیا: اے رب العزت! تو نے ہی مجھے خانۂ کعبہ کی زیارت کے لیے بلایا اور اب تو ہی مجھے اس سے روک رہا ہے، راستے میں میرے گدھے کو مار ڈالا اور مجھے جنگل میں تنہا چھوڑ دیا۔ اے رب العالمین! میں کمزور ہوں، تیرے دیدار کی پیاسی ہوں، مجھ پر اپنا فضل و کرم فرما، ابھی آپ دعا میں مصروف ہی تھیں کہ گدھا اٹھ کھڑا ہوا، آپ بہت خوش ہوئیں، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنا سامان دوبارہ گدھے پر لاد کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوگئیں۔

جب آپ مکہ مکرمہ پہنچیں، آپ نے دیکھا کہ کعبہ خود آپ کے استقبال کے لیے چلا آرہا ہے، آپ ٹھہر گئیں اور فرمایا! ”اے پتھر کے مکان واپس لوٹ جا، مجھے تیری پتھریلی دیواروں کی ضرورت نہیں، بلکہ میں تو اس محبوب سے ملنے کی متمنّی ہوں جس کا یہ گھر ہے، مجھے تیرے حسن سے زیادہ جمال خداوندی کی تمنا ہے۔“

اسی دن حضرت ابراہیم بن ادہم ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتے ہوئے چودہ سال میں مکہ معظّمہ پہنچے تھے۔ جب آپ مکہ معظّمہ پہنچے تو خانۂ کعبہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ آپ نے خیال کیا شاید میری بصارت زائل ہوگئی ہے یا میری عبادت و ریاضت ضائع ہوگئی ہے، لیکن اسی وقت غیب سے ندا آئی کہ ”اے ابراہیم! نہ تو تمھاری بصارت زائل ہوئی ہے اور نہ تمھاری عبادت ضائع ہوئی ہے، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ خانۂ کعبہ واقعی اپنی جگہ پر نہیں ہے، کیوں کہ وہ ایک ضعیفہ کے استقبال کے لیے گیا ہے۔“ حضرت ابراہیم بن ادہم نے جب یہ سنا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی، روتے ہوئے پوچھا! اے اللہ تعالیٰ! وہ قابلِ احترام کون ہے؟ جواب ملا سامنے دیکھ، آپ نے دیکھا تو حضرت رابعہ بصری لاٹھی کے سہارے

چلی آرہی ہیں اور خانۂ کعبہ بھی اپنے مقام پر واپس آچکا ہے۔ پھر آپ دونوں نے حج ادا کیا۔

دوسرے برس پھر حضرت رابعہ بصری کے دل میں تمنا جاگی کہ انشاء اللہ امسال پھر حج و زیارت کے لیے میں جاؤں گی، امسال تو خانۂ کعبہ نے میرا استقبال کیا تھا، اس بار میں خود اس کا استقبال کروں گی۔

شیخ ابوعلی فارمدی [جو امام غزالی کے استاذ بھی تھے] سے روایت ہے کہ آپ نے کروٹ کے بل کعبے کی سمت لڑھکنا شروع کر دیا اور پورے سات برس کے عرصے میں عرفات پہنچیں، وہاں فیضان الٰہی ہوا اور واپس تشریف لے آئیں اور جب تک زندہ رہیں یاد الٰہی میں مشغول رہیں۔

شیخ فریدالدین عطار نے اپنی کتاب "تذکرۃ الاولیا" میں قرون اولیٰ کے اولیاء اللہ کے حالات زندگی بیان کیے ہیں۔ انھیں میں حضرت عبداللہ بن مبارک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کا شمار اس دور کے نیک بزرگوں میں ہوتا تھا، ایک مرتبہ فراغت حج کے بعد آپ بیت اللہ میں سو گئے، سوتے میں آپ نے ایک خواب دیکھا کہ دو فرشتے آپس میں باتیں کر رہے ہیں، ایک نے دوسرے سے سوال کیا کہ اس سال کتنے لوگ حج میں شریک ہوئے اور کتنے افراد کا حج مقبول ہوا؟ تو دوسرے نے جواب دیا چھ لاکھ لوگوں نے حج کیا، لیکن کسی کا حج قبول نہیں ہوا، مگر دمشق کے ایک موچی جو حج میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کا حج قبول فرمایا، اس کے طفیل سب کا حج قبول فرمالیا۔ آپ جب خواب سے بیدار ہوئے تو شوق پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اس نیک ولی کی زیارت کی جائے کہ وہ حج میں شریک نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حج قبول فرمالیا۔

آپ نے سفر کا ارادہ فرمایا اور دمشق پہنچے، ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس موچی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، آپ نے اس موچی سے اس کا نام، نسب دریافت کیا، جب یقین ہو گیا کہ یہ وہی موچی ہے جس کا ذکر خواب میں ہوا تھا، آپ نے اس سے اپنا تعارف کرایا، اپنے آنے کی وجہ بتائی اور پورا واقعہ بیان کیا۔ واقعہ سن کر وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ "بہت عرصے سے میرے دل میں حج کی تمنا تھی اور اس نیت سے میں نے سو درہم بھی جمع کر لیے تھے، لیکن ایک دن میرے پڑوسی کے یہاں سے اچھے کھانے کی خوشبو آئی تو میری بیوی نے کہا کہ بہت اچھے کھانے کی خوشبو ہے، تھوڑا سا ان سے مانگ کر لے آؤ، میں نے ان کے گھر جا کر کہا، آپ نے آج جو بھی پکایا ہے ہمیں بھی کچھ عنایت فرمادیجیے۔ لیکن اس پڑوسی نے جواب دیا جو کھانا ہم نے پکایا ہے آپ نہیں کھا سکتے۔ کیوں کہ سات روز سے میں اور میرے اہل خانہ فاقہ سے تھے اور اب جان بچانے کے لیے حرام یعنی مردہ گدھے کا گوشت پکایا ہے۔ یہ سن کر میرے اوپر لرزہ طاری ہو گیا اور میں نے حج کی جمع کی ہوئی رقم اس کے حوالے کر دی اور یہ تصور کر لیا کہ ایک مسلمان کی امداد میرے لیے حج (نفلی) کے برابر ہے۔ اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا، لیکن اس سے وہ موچی بے خبر تھا کہ اس نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حج کیے بغیر ہی اسے حاجیوں میں شامل فرمالیا ہے بلکہ اس کے طفیل تمام حاجیوں کے حج قبول فرمالیے اور اس دور کے عظیم ولی کو اس کی زیارت کے لیے بھیجا۔

حج کے دوران بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضری کی سعادت:

حج سے فراغت کے بعد یا اس سے قبل بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضری بھی انتہائی سعادت مندی کی بات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾ (النساء، پ:۵، آیت:۶۴)

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمھارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

دارقطنی وطبرانی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہے جیسے میری حیات میں زیارت سے مشرف ہوا۔" (سنن الدارقطنی، کتاب الحج، الحدیث ۲۶۶۷، ج:۲، ص:۳۵۱)

اس حدیث کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ انبیا و رسل اپنی قبروں میں زندہ ہیں، خاص طور پر حضور سرور دوعالم ﷺ اپنی قبر انور میں حیاتِ ظاہری کی حالت میں موجود ہیں اور وہیں سے اپنی امت کی نگہبانی فرما رہے ہیں۔ اسی لیے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے وصال کے بعد بھی جس نے قبر انور پر حاضری دی تو وہ ٹھیک میری حیاتِ ظاہری کی حاضری کی طرح ہے۔ ابن عدی کامل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے مجھ پر جفا کی۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال، الحدیث:۱۹۵۶، ج:۸، ص:۲۴۸، عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

بارگاہِ رسول ﷺ میں حاضری کے بے شمار برکات وحسنات ہیں۔ ایک بندۂ مومن کے سب سے بڑے محسن بلکہ وجہِ کائنات دونوں عالم کے مالک ومختار حضور ﷺ کی ذات گرامی وقار ہے۔ یہ انھیں کا فیضان ہے کہ روضۂ اقدس میں ان کے جسمِ اقدس سے قریب کی جو مٹی ہے اس کا مقام زمین وآسمان سے بلند ہے، امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اپنے جذبات عشق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد — ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

حرم کی سرزمین کا بلند مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا — ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

مدنی تاج دار ﷺ کا خواجہ غریب نواز پر فیضان:

اب ہم ذیل میں بزرگوں کے دو واقعات نقل کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں:

غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز اپنے مرشد گرامی شیخ المشائخ حضرت سیدنا عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حج وزیارت کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت غریب نواز فرماتے ہیں:

”پیر ومرشد نے یہاں بھی میرا ہاتھ پکڑا اور حق تعالیٰ کے سپرد کیا اور زیرناؤدان خانۂ کعبہ دعا گو ہوئے، مناجات کی، ندا آئی ”ہم نے معین الدین کو قبول کیا“۔ اس کے بعد مدینہ منورہ آئے اور حرمِ نبوی میں حاضری دی، مرشدِ گرامی نے مجھ سے فرمایا ”سلام کر“ میں نے سلام عرض کیا، آواز آئی ”وعلیکم السلام یا قطب المشائخ بحروبر“۔ یہ آواز سن کر حضرت مرشد نے فرمایا: اب تو درجۂ کمال کو پہنچ گیا۔

روحانیت کی منزلوں سے گزرتے ہوئے آپ اپنے مرشدِ گرامی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ سے بغداد میں رخصت ہوئے۔ اوش ہوتے ہوئے اصفہان پہنچ کر ولیِ کامل شیخ محمود اصفہانی سے ملے، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو مرید فرمایا، اصفہان سے مکہ مکرمہ پہنچے، ساتھ میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بھی تھے، حج ادا فرمایا اور مدینہ منورہ پہنچے، بارگاہِ رسالت ﷺ سے بشارت ہوئی: اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے، میں نے ہندوستان کی ولایت تجھے عطا کی تو اجمیر جا۔

حضرت خواجہ غریب نواز بصد ادب واحترام روضۂ انور سے باہر ہوئے، آپ پر وجدانی کیفیت طاری تھی۔ جب وجدانی کیفیت نے قلب کو سکون بخشا تو آپ کو سرکار دوعالم ﷺ کی بشارت یاد آئی اور سوچنے لگے کہ یہ ہندوستان کہاں ہے۔ آپ اسی شش وپنج میں تھے کہ عشا کی نماز کے بعد آپ کو نیند آگئی اور خواب میں ہندوستان کا نقشہ اور اجمیر مقدس کا منظر آپ کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

حضرت شیخ سید کبیر احمد رفاعی کے لیے دست مبارک کا ظہور:

۵۵۵ھ میں شیخ سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ حج مبارک سے فارغ ہو کر حضور ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو آپ پر عشقِ رسول ﷺ سے وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ نے اسی حالتِ وجد میں دو اشعار پیش کیے جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

”دوری کی حالت میں، میں اپنی روح کو بھیجتا تھا، تاکہ زمین بوسی میں میری نائبی کرے، اب جب کہ وصل کی دولت واقعی بحالت جسمانی حاصل ہے تو اپنا سیدھا ہاتھ دراز کیجیے تاکہ اسے بوسہ دے کر مجھے شرف حاصل ہو۔“

آپ کی زبانِ مبارک سے یہ اشعار پوری طرح ادا بھی نہیں ہوئے تھے کہ حضور ﷺ نے اپنی قبر انور سے دست مبارک انتہائی تابندگی کے ساتھ ظاہر فرمایا۔ حضرت شیخ سید کبیر احمد رفاعی قدس سرہ العزیز نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دست مبارک ﷺ کا بوسہ لیا، دست مبارک پھر مزار اقدس میں مخفی ہو گیا، روایت ہے کہ اس وقت نوّے ہزار سے زیادہ عاشقان ﷺ کا مجمع تھا جنھوں نے سرکار ﷺ کے اس معجزہ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا، اس وقت وہاں بڑے بڑے مشائخ کرام بھی جلوہ گر تھے۔

ہم انھیں چند باتوں پر اپنی گفتگو ختم کرتے ہیں، امسال حج وزیارت کے لیے تشریف لے جانے والے تمام حجاج کرام کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ان سے عرض کرتے ہیں کہ اگر یاد رہ جائے تو بارگاہِ رسول ﷺ میں ہمارا عقیدت مندانہ سلام عرض کردیں اور دعا فرمادیں کہ آقا ﷺ اپنے اس غلام کو بھی بار بار حج وزیارت کی سعادت سے سرفراز ہونے کے لیے نگاہِ کرم فرمادیں۔ ☆☆☆

قرآن عظیم میں تقویٰ شعاروں کے تین اوصاف

خدا کی راہ میں خرچ کرنا	غصہ پی جانا	لوگوں کو معاف کردینا

مفتی محمد علی قاضی

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروتی
یہ چار عناصر ہیں تو بنتا ہے مسلمان

قرآن کریم میں ایک جگہ ہے کہ متقی وہ ہیں جن میں تین خوبیاں ہوں۔ اول جو غم ہو یا خوشی ہر حال میں راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں دوم غصہ آجائے تو غصہ پی جاتے ہیں اور سوم لوگوں کو معاف کرنا انہیں پسند ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾

(آل عمران ۳ آیت ۱۳۴)

ترجمہ! اور جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں غم میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

آیئے تھوڑا تفصیل سے ان تینوں خوبیوں پر ایک نظر ڈال لیں۔

متقی کی پہلی صفت! خوشی میں غم میں، خوشحالی میں فاقہ مستی میں، خفیہ وعلانیہ، شب کے اندھیرے میں اور دن کے اجالے میں، اپنوں کو پرایوں کو، شناساؤں کو اجنبیوں کو، رشتہ دار کو اغیار کو، کبھی تھوڑا کبھی زیادہ اور کبھی مانگنے پر اور کبھی بے مانگے راہ خدا میں اور نیکی کی راہوں میں اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ کبھی زکوۃ کی شکل میں فرض ادا کرتے ہیں تو کبھی صدقات وخیرات کی شکل میں نفل ادا کرتے ہیں اور کبھی کبھی سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔ لٹانے والے بھی عجیب وغریب ہیں کبھی مال دیتے ہیں تو کبھی اولاد دیتے ہیں اور کبھی اپنی جان ہی کا نذرانہ داؤ پر لگادیتے ہیں اور اس طرح مرتبہ ء احسان وعزیمت پر فائز المرام ہوجاتے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کا طریقہ انفاق اور ان کے اجر وثواب کے بارے میں یوں ذکر ہے:

(الف) اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾

(البقرہ ۲ آیت ۲۷۴)

ترجمہ! وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

(ب) مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦١﴾ (البقرہ ۲ آیت ۲۶۱)

ترجمہ! ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

اور جو لوگ خرچ کرنے میں دکھاوا کرتے ہیں ان کی مذمت میں قرآن کریم یوں گویا ہے:

(الف) وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾

(النساء ۴ آیت ۳۸)

ترجمہ! وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر۔

(ب) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

(البقرہ ۲ آیت ۲۶۴)

ترجمہ اے ایمان والو اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے۔

متقی کی دوسری صفت: متقی کی دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ غصہ نہیں دکھاتے بلکہ غصہ پی جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے والکاظمین الغیظ۔ غور کیجئے کہ غصہ میں انسان کیا کیا نہیں بکتا ہے؟ غصہ میں گالی گلوج کرتا ہے، غصہ میں طلاق دیتا ہے، غصے میں قتل کرتا ہے، غصہ میں فساد برپا کرتا ہے۔ المختصر! ہر ظلم و ستم، ہر جور و جفا اور ہر زور و زبردستی انسان غصے ہی کی حالت میں کرتا ہے۔ گویا وہ مکمل دائرہ حق سے نکل جاتا ہے اب ظاہر ہے کہ آدمی غصے میں ضبط نفس سے کام لے اور دامن حق نہ چھوڑے تو بلاشبہ یہ اس کے ایمان کامل کی پختہ علامت و نشانی ہے۔ اسی لیے تو معلم اخلاق ﷺ کی تعلیمات میں سے ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو دشمن کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے کو کنٹرول میں رکھے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کو کسی نے بہترین انگریزی میں یوں بیان کیا ہے:

A learned man who does not restrain his passions is like a blind man holding a torch, he guides others but not himself.

(پڑھا لکھا ایک سمجھدار آدمی جو اپنے غصے کو ضبط نہ کرے، اس کی مثال ایک نابینا کی سی ہے جس کے ہاتھ میں ایک ٹارچ ہے جس کی روشنی کے ذریعہ وہ دوسروں کو تو راستہ دکھا رہا ہے مگر خود اندھیرے میں ہے)۔

اس سلسلے میں گاندھی جی کی بات بھی بڑی اچھی ہے:

Whenever you are cnfronted with an opponent. Conquer him with love.

یعنی جب کبھی تمھاری کسی مخالف و دشمن سے مقابلہ آرائی ہو تو تم اس پر پیار سے فتح حاصل کر لو۔ ہمارے آقا معلم انسانیت و اخلاق ﷺ فرماتے ہیں:

لیس الشدید بالصرعة انما الشدید من یملك نفسه عند الغضب.

یعنی طاقتور وہ نہیں جو سامنے والو کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے موقعے پر ضبط نفس سے کام لے۔

متقی ہونے کی تیسری صفت! لوگوں کو معاف کرنے والے بڑے لوگ ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک عظیم ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

والعافین عن الناس .

(الف) رب العالمین عفو و درگذر کرنے کو اپنی پسندیدہ صفت بیان فرماتا ہے:

وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ وَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۝ (الشوریٰ ۴۲ آیت ۲۵)

ترجمہ! اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

یہ دعا خاص کر شب قدر کے موقعے پر ہم نے پڑھا اور ہمارے آقا ﷺ نے اپنی امت کو حکم دیا:

اَللّٰھم انك عفوٌ تحب العفو فاعف عنی یاغفورٌ.

یعنی اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے تو معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے تو مجھے معاف کردے اے بخشنے والے۔

(ب) رب العالمین اپنے محبوب نبی مکرم رسول ہاشمی ﷺ کو حکم فرماتا ہے اے میرے نبی!

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ۝

(الاعراف ۷ آیت ۱۹۹)

ترجمہ! اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔ جاہلوں سے اغماض و اعراض اور انھیں نظر انداز کرنے اور ان سے حتی الوسع پہلو تہی اختیار کرنے سے متعلق ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔

(الف) وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۝

(الفرقان ۲۵ آیت ۶۴)

ترجمہ! (رحمن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں) اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں (کوئی ناگوار کلمہ، بیہودہ بات یا خلاف ادب کہتے ہیں) تو کہتے ہیں بس سلام (جو سلام متارکت ہے)۔

(ب) وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰهِلِیْنَ۝

(القصص ۲۸ آیت ۵۵)

ترجمہ! اور جب بیہودہ بات سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں (مشرکین مکہ ایمانداروں کو گالیاں دیتے اور برا کہتے) اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے عمل اور تمھارے لیے تمھارے عمل بس تم پر سلام ہم جاہلوں کے غرضی نہیں (میل جول اور نشست و برخاست نہیں چاہتے)۔

نوٹ! جب حضور معلم اخلاق ﷺ جاہلوں کو سدھارنے ہی کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے تو پھر کیوں اُن کا رب انھیں

جاہلوں سے دامن بچانے کا حکم دے رہا ہے؟ معلوم ہوا کہ کچھ جاہل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا مقدر دنیا میں جہالت اور آخرت میں ہلاکت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ابولہب وابوجہل دنیا میں جہالت کی شاہکار مثال ہیں تو آخرت میں بربادی وہلاکت کا اعلی نمونہ جیسا کہ سورۂ تبت یدا سے صاف صاف ظاہر ہے اور۔۔۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰۤی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۟ (البقرہ ۲ آیت ۷)

ترجمہ! اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی)

... سے اظہر من الشمس ہے۔

اس لیے رب العالمین نے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کو حکم دیا:

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۟ (البقرہ ۲ آیت ۶)

ترجمہ! انہیں برابر ہے چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں۔

(ج) اور عام مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۟

(التغابن: آیت ۱۴)

ترجمہ! اے ایمان والو تمھاری کچھ بیبیاں اور بچے تمھارے دشمن ہیں (یعنی ان کے کہنے میں آکر نیکی سے باز نہ رہو جس طرح کچھ مسلمانوں کو ان کی بی بیوں اور بچوں نے ہجرت سے روکا تھا کہ ان کی جدائی کو وہ برداشت نہ کرسکیں گے اس لیے ہجرت نہ کرو، جس کا بعد میں انھیں بہت ملال وافسوس ہوا تھا۔ اور کبھی آدمی بی بی بچوں کی وجہ سے گناہ اور معصیت میں مبتلا ہوجاتا ہے اور ان میں مشغول ہوکر امور آخرت کے سرانجام سے غافل ہوجاتا ہے) تو ان سے احتیاط رکھو اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو اور بخشدو تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ حضور نے بدر میں قیدیوں کو معاف کردیا، احد میں زخمی کرنے والوں کو معاف کردیا اس دعا کے ساتھ: اللھم اغفر قومی فانھم لا یعلمون۔

فتح مکہ کے موقعے پر اعلان عام معافی دے دیا: لا تثریب علیکم الیوم فاذھبوا انتم الطلقاء، جناب وحشی قاتل سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف فرمادیا۔

واقعہ! حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر ایک دفعہ خادمہ نے دسترخوان پر کھانا لگاتے ہوئے سالن کی پیالی حضرت امام پر گرادیا امام صاحب کے چہرۂ مبارک پر ناراضگی کے آثار نمودار ہوئے اور قہر آلود نگاہوں سے لونڈی کی طرف دیکھا تو خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ اسی خوف کے عالم میں اس کے منہ سے قرآن کریم کی آیت کریمہ کے یہ الفاظ نکلے والکاظمین الغیظ یعنی غصہ پی جانے والے اللہ کے محبوب ہیں۔ آپ کے چہرے سے نارضگی کے آثار غائب ہوگئے اور فرمایا میں اپنے غصہ روک لیا تو خادمہ فوراً آیت کا اگلا ٹکڑا پڑھا والعافین عن الناس یعنی لوگوں کو معاف کرنے والے اللہ کے محبوب ہیں۔ یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا جاؤ میں نے تجھے معاف کردیا تو خادمہ نے پھر آیت کریمہ کا آخری حصہ پڑھا واللہ یحب المحسنین یعنی اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (سنی دنیا بریلی شریف مارچ ۱۹۹۳)۔

واقعہ! حضرت شفیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے ساتھ راستے میں جارہا تھا ایک شخص نے آپ کو دیکھا اور چھپ گیا دوسرا راستہ اختیار کیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو اس کو پکارا وہ آیا تو پوچھا کیوں اپنی راہ سے بے راہ ہوکر چلے؟ تو اس نے کہا میں آپ کا مقروض ہوں ۱۰ ہزار درہم لیے ایک مدت گزر گئی واپس نہیں کیا تنگ دست ہوں آپ سے شرماتا ہوں۔ فرمایا: سبحان اللہ میری وجہ سے تمھاری یہ حالت ہے جاؤ میں نے سب روپیہ تم کو بخش دیا میں نے اپنے آپ کو اپنے نفس پر گواہ کیا اب آئندہ مجھ سے نہ چھپنا اور جو خوف تمھارے دل میں میری وجہ سے ہوا مجھے معاف کردینا۔ (سچی حکایات حصہ دوم ص ۱۵۸)

یہ ہیں محسنین! انہیں کی شان کا خطبہ شاعر اسلام نے یوں بیان کیا ہے!

دیوانگانِ عشق محمد کو دیکھ کر
گھبرا گئی ہے گردشِ دوراں کبھی کبھی
گردن میں ہار ڈالے ہیں ماہ ونجوم نے
گزرا ہے ان حدوں سے مسلماں کبھی کبھی

اب حال یہ ہے کہ!

ہائے گزری ہوئی شوکت میرے ایمانوں کی
گردنیں خم تھیں کلیسا کے نگہبانوں کی
اب خدا ہی میری کشتی کو بچائے تو بچے
صبح ہے یاس کی تو شام ہے طوفانوں کی

☆☆☆☆

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

حالت احرام میں بال ٹوٹنے پر دَم ہے یا صدقہ؟

اگر ایک مجلس میں ۲/ بال ٹوٹ گئے تو ۲/ صدقہ دینا ہوگا اور اگر دوسری مجلس میں ۲/ بال ٹوٹ گئے تو کیا ان دونوں مجلسوں کو ملا کر چار بنیں گے؟ تو صدقۂ فطر ہوگا یا الگ الگ مجلس کی وجہ سے ۳/ یا اس سے کم بال گرنے پر ہر ایک پر صدقہ ہوگا؟

الجواب

تین، چار بال ٹوٹنے پر نہ دَم ہے، نہ صدقہ، چاہے ایک مجلس میں ٹوٹے، یا دو مجلس میں۔ ہر بال کے بدلے ایک ایک مٹھی اناج صدقہ کر دے، چار مٹھی کے لیے چار ریال کا صدقہ بہت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا احرام کی حالت میں عورت کپڑے بدل سکتی ہے؟

حضور ایک سوال کسی نے پوچھا ہے، عورتوں کے احرام کے تعلق سے، کیا عورت احرام کی حالت میں اگر رات میں آرام کرتے وقت جو کپڑے اس نے شروع میں پہنے تھے اس کو بدل کر ڈھیلے ڈھالے دوسرے کپڑے پہن سکتی ہے اور کیا وہ اپنے بال رات کے وقت کھلے رکھ سکتی ہے، جب کہ وہاں پر صرف عورتیں ہوں کوئی غیر محرم نہ ہو؟

الجواب

عورت نے جن کپڑوں میں احرام باندھا تھا انھیں بدل کر ڈھیلے ڈھالے، کشادہ کپڑے کبھی بھی پہن سکتی ہے، سوتے وقت بھی اور اس کے علاوہ بھی سب جائز ہے۔ عورتوں میں ہو تو بال ڈھکے رکھنا ضروری نہیں دوپٹہ سر سے ہٹا سکتی ہے، اجنبی مردوں کے سامنے حجاب ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

احرام باندھتے وقت تلبیہ نہ پڑھنا کیسا ہے؟

ایک عورت نے احرام باندھنے کے وقت لبیك اللھم لبیك یعنی تلبیہ نہ پڑھا۔ اب اس نے عمرہ بھی کر لیا، عرض یہ ہے کہ تلبیہ نہ پڑھنے پر کیا جرمانہ ادا کرنا پڑے گا؟

شرعی دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیے گا۔ احرام کے لیے نیت شرط ہے، اگر بغیر نیت لبیک کہا احرام نہ ہوا، یوں ہی تنہا نیت بھی کافی نہیں، جب تک لبیک یا اس کے قائم مقام کوئی اور چیز نہ ہو۔

الجواب

اگر اس عورت نے احرام کی نیت کر کے سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر یا اس طرح کا کوئی کلمہ جو ذکرِ الٰہی ہو سکے پڑھ لیا، جیسے اے اللہ، پاک پروردگار، ارحم الراحمین وغیرہ تو اس کا احرام شروع ہو گیا اور اس کا عمرہ صحیح ہے اور اگر اردو، عربی کسی زبان میں اس نے ذکرِ الٰہی نہ کیا تو اس کا احرام شروع نہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس صورت میں اس کا عمرہ نہ ہوا، وہ گنہ گار ہوئی، توبہ کرے اور قریبی میقات پر جا کر عمرہ کا صحیح احرام باندھ کر آئے اور عمرہ کرے، نیتِ احرام کے بعد ذکرِ الٰہی رکن ہے، لہٰذا اس کے بغیر عمرہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے بغیر تکبیر تحریمہ نماز پڑھنا۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

ولا یصیر شارعا بمجرد النیة مالم یات بالتلبیة أو ما یقوم مقامھا من الذکر. اھ (فتاویٰ عالمگیری)

اور اگر وہ عورت میقات نہ جا کر مکہ معظمہ سے ہی احرام باندھ کر عمرہ کر لے تو دَم واجب ہے کہ اس نے میقات کا احترام ترک کر دیا۔ عالم گیری میں ہے:

فان احرم بالحج أو العمرة من غیر أن یرجع إلی المیقات فعلیه دم لترك حق المیقات.

واللہ تعالیٰ اعلم

حج کے تعلق سے ایک سوال

ایک سوال ہے حج کے تعلق سے، اگر کوئی شخص وقوفِ مزدلفہ کرکے احرام کی حالت میں ابھی ہے اور وہ پہلے مکہ معظّمہ پہنچ جائے اور طوافِ زیارت کرلے کیوں کہ طوافِ زیارت کا وقت شروع ہوگیا ہے دس تاریخ کو اور بعد میں آکر رمی، قربانی اور حلق کرے تو کیا ایسا کرنا مناسب ہے، کیا اس کی وجہ سے کوئی دم آئے گا؟ پلیز جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق سے طوافِ زیارت کا وقت شروع ہو جاتا ہے، اس لیے جس نے وقوفِ مزدلفہ کے بعد مکہ معظّمہ جاکر طوافِ زیارت کرلیا اس کا طواف صحیح ہے، فرض ادا ہوگیا۔ ہاں سنت یہ ہے کہ رمی و قربانی و حلق کے بعد طوافِ زیارت کرے، اس پر دم یا کفارہ نہیں، کچھ صدقہ کردے تو اچھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عجیب الخلقت حلال جانور کی قربانی کا حکم؟

آج کل عجیب الخلقت حلال چوپائے بھی منڈی میں قربانی کے لیے آئے ہوئے ہیں، ایک بکرا چھ ٹانگوں والا ہے اور ایک بکری کے دو سر ہیں۔ کیا ان دونوں بکروں کی قربانی ہوجائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب

میں نے ایسے جانوروں کے صریح احکام فقہی کتابوں میں نہ پڑھے اور فی الحال کثرتِ مصروفیات کے باعث کتابوں کی طرف رجوع بھی مشکل ہے۔ ہاں یہ بات ذہن میں ضرور ہے کہ جن جانوروں میں کوئی بڑا عیب ہو، جس کی وجہ سے اس کا دام تاجروں کی نگاہ میں گھٹ جائے یا ان کا کوئی عضو ایسا ناکارہ ہوجائے کہ وہ اپنی منفعت مقصودہ کے لائق نہ رہے۔ مثلاً بکری کا ایک تھن خشک ہو جائے یا اس کا کوئی پاؤں بیماری وغیرہ سے چلنے کے قابل نہ رہے تو اس کی قربانی صحیح نہیں۔

ان ضوابط کے پیشِ نظر عرض ہے کہ خصی میں چھ پاؤں ہونا یا دو سر اور منہ ہونا عیب نہیں اور نہ ہی ان اعضا کے زیادہ ہونے سے کسی عضو کی منفعت مقصودہ فوت ہوتی ہے تو یہ دونوں جانور عجائب خلقت سے ہیں نہ کہ عیوب ونقائص کے مظہر، اس لیے ان کی قربانی صحیح ہونی چاہیے۔ البتہ دوسرا والا خصی اگر دونوں منہ سے کھاتا ہو تو ایک ساتھ دونوں گلے پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چھری چلانا ہوگی، اور اگر ایک منہ سے نہ کھاتا ہو یا اس کا منہ ایک ہی ہو تو حسبِ معمول ذبح ہوگا، ایک منہ ہونے کی صورت میں اگر اس کا سر بہت بے ڈھب اور ڈراؤنا ہو کہ لوگ اسے دیکھ کر بدکیں، اس کی طرف رغبت نہ کریں تو اس صورت میں وہ خصی عیب دار قرار پائے گا اور اس کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔ جانور سامنے ہوتا تو اسے دیکھ کر واضح فیصلہ کیا جا سکتا تھا تاہم ان شاءاللہ، یہ جواب صحیح ہے۔ هذا ما عندي والله تعالیٰ اعلم.

زکاۃ کے لیے رکھی ہوئی قدیم کرنسی کا مسئلہ؟

نوٹ بندی کے تقریبًا ایک سال بعد صندوق میں رکھا ہوا قدیم کرنسی میں گیارہ ہزار روپیہ ملا جو ایک لفافہ میں ہے، جس کے اوپر زکات لکھا ہوا ہے۔ اب جب کہ نوٹ بندی کو ایک سال ہو چکے ہیں، اگر اس کو باہر بنیوں کے وہاں بدلیں تو مقررہ روپے سے کم قیمت ملنے کا امکان ہے، تو جو رقم کم ہوتی ہے اس کی بھرپائی ہمارے ذمہ ہے یا شرعًا ہم اس سے بری ہیں، ظاہر ہے یہ غلطی سے رہ گیا ہے نہ کہ دانستہ۔ بینک میں تبدیلی کے امکانات اور اس کی دقتوں سے حضرت خوب واقف ہیں۔ بینوا توجروا.

الجواب

زکاۃ کی ادائیگی کے لیے فقیر کو مالک بنانا، ساتھ ہی قبضہ دینا ضروری ہے۔ جب زکاۃ کی رقم آپ کے پاس رکھی رہی، اگرچہ بھول سے سہی، فقیر کو مالک و قابض نہ کیا تو زکاۃ ہرگز نہیں ادا ہوئی، رائج روپے سے یہ پوری زکاۃ ادا کی جائے، بھول کی وجہ سے یہ راحت ملے گی کہ ادائیگی میں تاخیر کا گناہ نہ ہوگا۔

فرض کیجیے، آپ کے ذمہ کسی کا قرض ہو، جسے ادا کرنے کے لیے آپ نے روپے الگ کرکے رکھ لیے، بھول سے ادائیگی میں دیر ہوئی یہاں تک کہ ان روپیوں کا چلن جاتا رہا تو ظاہر سی بات ہے کہ اس کی وجہ سے قرض معاف نہ ہوگا، بلکہ رائج روپیوں سے ادائیگی لازم ہوگی، وہی حال یہاں بھی ہے کہ زکات بندے کے ذمہ اللہ کا قرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

*****

فکر امروز

مساجد میں امام کی تبدیلی کے مقامی سماج پر اثرات

محمد عابد چشتی ثقافی

ائمہ کی غیر اعتمادی، دعوت و تبلیغ میں کمی، مقامی بچوں کی تعلیم و تربیت کا غیر متوازن ہونا

دین کی دعوت و تبلیغ ، مسلک کی نشر و اشاعت اور مسلم معاشرے کے رشتہ کو اسلامی اقدار و روایات سے جوڑنے میں مساجد کی اہمیت اور ان کی افادیت سے کسی صورت میں انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اسلام میں مساجد کی حیثیت دور نبوی سے لے کر آج تک کبھی بھی محض ایک عبادت گاہ کی نہیں رہی ہے، جیسا کہ دیگر مذاہب کی اپنی اپنی عبادت گاہوں کا تصور ہے ،بلکہ اس کے برعکس اسلام میں ہمیشہ سے مساجد کی نوعیت دعوت و تبلیغ،اصلاح عمل،ارشاد و موعظت اور مذہبی تعلیمات کے فروغ کے اہم مراکز کی رہی ہے، جہاں سے مسلم سماج کی مذہبی رہنمائی اور فکری سطح پر ان کی اصلاح کا کام بحسن وخوبی انجام دیا جاتا ہے۔ ماضی اور حال کا جائزہ ہمیں یہی بتاتا ہے کہ چاہے وہ اسلامی اخلاق و تعلیمات کی اشاعت کا معاملہ ہو، یا پھر معاشرے میں پھیلتی برائیوں پر قدغن لگانے کا مسئلہ ، یا باطل جماعتوں کے فکری انحراف سے عوام کی حفاظت کا مرحلہ، مساجد کے ممبر و محراب سے ہر محاذ پر زبردست کام کیا گیا ہے ۔جس کا سلسلہ آج بھی اسی آب و تاب اور تندہی کے ساتھ جاری ہے ۔اور یہ بات ہم بخوبی جانتے ہیں کہ مساجد کے مقدس پلیٹ فارم سے ہونے والی یہ تمام خدمات ان ائمہ کرام کی مرہون منت ہیں جو تمام تر انتظامی اور سہولیاتی بے اعتنائیوں کے باوجود اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ اپنی اپنی سطح اور دائرۂ عمل میں مسلسل مذہب وملت اور مسلک حق کا آوازہ بلند کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

یوں تو دعوت و تبلیغ کے حوالے سے ائمہ کی سطح اور ان کے دائرے کو بہت محدود تصور کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھنے والے جانتے ہیں کہ معاشرہ کو اسلامی خطوط پر چلانے اور مسلم سماج کے اندر اسلامی فکر زندہ رکھنے میں ان ائمہ کا کردار ہر اعتبار سے کلیدی رہا ہے ۔ علمائے کرام اور دانشوران ملت کے ذریعہ امت مسلمہ کی اصلاح، ان کی عملی زندگی کو بہتر بنانے اور ان کے اندر گمراہیت اور فکری بے راہ روی کے بڑھتے اثرات روکنے کے لیے جو لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے، اس کے زمینی نفاذ میں مساجد کے ائمہ ہی قابل قدر کردار ادا کرتے ہیں، اور یہ بات کہنے میں ہم حق بجانب ہیں کہ اگر ائمہ کرام کی یہ مقدس جماعت معاشرے میں سرگرم عمل نہ ہوتی تو اسلامی تہذیب و تمدن اور مذہبی تشخص کا وجود تک خطرے میں پڑ جاتا۔ یقینا مادیت کی یلغار اور جدید تہذیب و فن کے نام پر بڑھتی بے حیائی، عریانیت اور مذہب بیزار رجحان کے اس دور میں امت مسلمہ کے اندر مذہبی تہذیب اور دینی تشخص کی جو رمق باقی ہے اس میں مساجد کے ائمہ کرام کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔

مذکورہ گفتگو سے ہم یہ بات بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ مساجد کے ائمہ کرام اسلامی معاشرے کے لیے کس قدر اہمیت کے حامل ہیں ۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ آج مسلم سماج کا جو رویہ ان ائمہ کی اس مقدس جماعت کے ساتھ ہے ، اسے دیکھنے کے بعد حیرت سے سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے ۔مساجد کے وہ امام جو اسلامی معاشرہ میں ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور محدود سطح پر جن کی دینی کوششیں آپس میں مل کر ملکی اور عالمی سطح پر اسلام کی اشاعت اور مذہبی تعلیمات کے ارتقا میں غیر معمولی نتیجہ فراہم کر رہی ہیں، یہی مقدس جماعت غربت و افلاس کے ساتھ ساتھ سماج کے غیر مناسب سلوک سے فکر کن حد تک دوچار ہے، اور قوم کی بے اعتنائی، عزت پسندی، جذبۂ انانیت نے اس جماعت کو حاشیہ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے، جہاں انہیں بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

دور حاضر میں ائمہ کرام جن پریشان کن مسائل سے جوجھ رہے ہیں سر دست ان مسائل میں سب سے سنگین مسئلہ مساجد میں ان کی بار بار کی تبدیلی کا ہے ۔ہم اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالیں تو ہمیں اس طرح کی سینکڑوں مساجد مل جائیں گی جہاں ایک امام کا سال، دو سال بھی قیام کر پانا امر دشوار ہو گیا ہے، اور سماج کی اس بے رخی، اور منتظمین مساجد کے اسی غیر ذمہ دارانہ رویہ نے ائمہ کرام کی زندگی میں

استاد جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف

"خانہ بدوشی" کی صورت حال پیدا کر دی ہے جس کے نتیجے میں یہ مقدس جماعت ایک شہر سے دوسرے شہر، اور ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں پھرنے پر مجبور ہے۔

امامت پیشہ نہیں ہے، ایک مقدس منصب ہے، جس کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیے، مگر آج اس مقدس منصب کو محض ایک پیشہ، اور امام کو ایک ملازم سمجھ لیا گیا ہے، اور اسی تصور کا نتیجہ ہے کہ امام کے ساتھ ایک ملازم جیسا برتاؤ کیا جاتا ہے نہ کہ قوم کے "امام" جیسا اور جس طرح لوگ آئے دن اپنی دکانوں کے ملازمین بدلتے رہتے ہیں اسی طرح مساجد میں اماموں کی تبدیلی کا سلسلہ بھی چل پڑا ہے۔

مساجد میں ائمہ کرام کی تبدیلی کے اسباب کا تجزیہ کرنے پر حیرت انگیز اور مضحکہ خیز معاملات ہمارے سامنے آتے ہیں جن کے تناظر میں قوم کے فکری افلاس اور سطحی سوچ کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ امام صاحب کا کسی چائے کی دوکان پر چائے نوش کر لینا۔ محلے میں نشست و برخاست کرنا۔ بشری تقاضوں کے چلتے کبھی کبھار ایک یا دو منٹ جماعت میں تاخیر کر دینا۔ ہفتہ دو ہفتہ کے لیے اپنے بیوی بچوں سے ملنے چلے جانا۔ امام صاحب کے تعلقات ان لوگوں سے ہو جانا جن سے کمیٹی کے کسی بھی فرد سے ذاتی مخاصمت ہے۔ اور کبھی کبھی تو صرف اس لیے سال دو سال میں امام کو تبدیل کر دیا جاتا ہے کہ مستقل ایک امام کے رہنے کی وجہ سے ہر سال تنخواہ میں اضافہ کرنا پڑے گا۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ ائمہ کرام کو اپنے کردار و عمل کو صاف ستھرا اور اپنی منصبی ذمہ داری میں محتاط نہیں ہونا چاہیے۔ مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ امام صاحب انسانوں کے زمرے میں ہی نہیں آتے ہیں، ظاہر سی بات ہے کہ وہ انسان ہوتے ہیں، اور انسان ہونے کے ناطے غلطی اور کوتاہیوں کا امکان ان کے ساتھ بھی اسی طرح جڑا ہوا ہے جس طرح کے ایک عام انسان کے ساتھ، مگر افسوس ہم اپنی بڑی سے بڑی غلطی کو ہنس کا نظر انداز کر دیتے ہیں اور امام صاحب کی چھوٹی سی غلطی پر بھی ان کے خلاف بدتمیزی کا ایک طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔

امام کی بار بار کی تبدیلی اگرچہ منتظمین مساجد کے لیے بہت ہلکی اور ناقابل فکر بات ہو مگر گہرائی اور سنجیدگی سے سوچا جائے تو اس رویہ سے برآمد ہونے والے نتائج کسی صورت میں مذہب و ملت اور مسلم معاشرے کے حق میں نہیں ہوتے ہیں۔ بار بار امام کی تبدیلی کا نقصان بالواسطہ اسلامی دعوت و تبلیغ اور مذہبی تعلیمات کی نشر و اشاعت پر پڑتا ہے، اور مقامی سماج میں دین و ملت کا جو کام ائمہ کے ذریعہ انجام پذیر ہوتا ہے، بار بار کی تبدیلی اس کام کو زبردست انداز میں متاثر کرتی ہے۔ اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے آپ خود ان دو محلوں یا گاؤں کا تقابلی جائزہ لے سکتے ہیں جس میں سے ایک محلے یا گاؤں میں دس پندرہ سال سے کوئی امام صاحب خدمات انجام دے رہے ہوں، اور دوسرا وہ محلہ یا گاؤں جہاں سال یا دو سال میں امام صاحب کو الوداع کہہ دیا جاتا ہے۔ آپ دونوں مقامات کے سماج اور معاشرے میں اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دینداری کے لحاظ سے بہت بڑا فرق محسوس کریں گے۔ جس جگہ ائمہ کرام طویل مدت تک ٹھہر جاتے ہیں وہاں کے ماحول میں خوشگوار دینی تبدیلیاں آنے لگتی ہیں، اور لوگوں کے اندر اسلامی فکر، نوجوانوں میں مذہب سے لگاؤ، اور گھر کی عورتوں تک میں مذہب کو لے کر بیداری دیکھنے کو ملتی ہے۔ جب کہ جہاں ائمہ کرام کی تبدیلی آئے دن ہوتی رہتی ہے وہاں کا ماحول افسوس ناک حد تک بگڑ جاتا ہے اور معاشرہ میں بہت سی برائیاں کھلے عام ہونے لگتی ہیں، جس کے خلاف کوئی مضبوط آواز اٹھانے والا نہیں ہوتا ہے۔ ائمہ کرام کی بار بار کی تبدیلی سے مذہبی سرگرمیاں کس طرح متاثر ہوتی ہیں اور پھر مقامی سماج میں اس کے کیا اثرات ظاہر ہوتے ہیں، یا ہو رہے ہیں، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ دین و مذہب کا کام چاہے چھوٹے پیمانے پر کیا جائے یا پھر وسیع پیمانے پر، اس کے لیے سماج کے افراد سے ذاتی طور پر تعلقات کا استوار ہونا بہت ضروری ہے۔ عوامی سطح پر روابط جس قدر اچھے اور مضبوط ہوتے ہیں اسی قدر مذہب و مسلک کا کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ مساجد کے ائمہ حضرات اپنے حلقے میں جہاں کہیں بھی دین و ملت کی قابل قدر خدمات انجام دینے میں لگے ہوئے ہیں اس کے پیچھے عوامی سطح پر بہتر روابط اور سماجی تعلقات کی قوت ہی کارفرما ہے۔ اور ظاہر سی بات ہے کہ عوامی سطح پر اچھے تعلقات، بہتر روابط اور اعتماد کی فضا قائم کرنے کے لیے ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ ایک دو سال میں تو صبح سے دعا و سلام تک ہی نوبت پہنچ پاتی ہے۔ اب اگر مسجد میں امام کو بار بار تبدیل کیا جاتا ہے تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ کسی بھی امام کے روابط عوامی سطح پر مضبوط نہیں ہو سکتے ہیں، جس کے نتیجہ میں مقامی سماج میں دینی سرگرمیوں کا گراف ہمیشہ متاثر ہی رہتا ہے، اور ائمہ کرام بہت زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہر نہیں کر پاتے ہیں۔

۲۔ کسی بھی میدان، علاقے اور خطے میں کام کرنے کے لیے اس مقام کے حالات، اس میں بسنے والے لوگوں کے مزاج، ان کی خوبیوں، کمیوں، اور ان کی فطرت، ان سب چیزوں پر نظر رکھنا اور پھر اسی کے مطابق اپنی مذہبی سرگرمیوں کی نوعیت اور جہت طے کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اگر ان چیزوں کا خیال نہ رکھا جائے اور اپنے میدان کار سے وابستہ لوگوں کے مزاج کو دیکھتے ہوئے لائحہ عمل تیار نہ کیا جائے تو ایسی صورت میں محنت و مشقت اور شب و روز کی تگ و دو کے خاطر خواہ اور متوقع نتائج برآمد نہیں ہو پاتے ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی تو حالات بالکل برعکس رخ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ بات ہم بخوبی جانتے ہیں کہ حالات اور مزاج کا سمجھنا طویل مدت تک ایک مقام پر رہنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت کے تناظر میں ہم یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ اگر کسی مسجد میں بار بار امام کے تبادلے ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں ہر آنے والے امام کا ایک دو سال میں گہرائی کے ساتھ علاقائی حالات سمجھنا اور متعلقہ سماج کے مزاج کا اندازہ لگانا بہت مشکل کام ہے، اور پھر جب نئے امام-صاحب کی مذہبی سرگرمیوں کے ساتھ مقامی سماج کے لوگوں کے مزاج سے ہم آہنگی نہیں ہو پاتی ہے تو دونوں طرف سے شکایتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کی تان کھچتے کھچتے پھر امام صاحب کی تبدیلی پر ہی جا کر ٹوٹتی ہے۔ اور اس طرح مقامی سماج میں مذہبی سرگرمیاں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں اور مذہب بیداری کی رفتار انتہائی سست پڑ جاتی ہے۔

۳۔ آج کے پر فتن دور میں ایک طرف معاشرہ عملی اعتبار سے پستی کی طرف جا رہا ہے، اور دوسری طرف گمراہیت اور بد عقیدگی بہت تیزی کے ساتھ مسلم معاشرہ میں اپنے پیر پھیلا رہی ہے۔ ایسے ماحول میں قوم اور سماج کو مضبوط اور پر عزم قیادت، اور اعلیٰ صلاحیتوں سے لیث افراد کی ضرورت ہے، جسے ہم وقت کا جبری تقاضہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ جو قوم کی عملی اصلاح اور مذہبی تربیت کے ساتھ ساتھ باطل قوتوں کی یلغار سے بھی عوام کے ایمان و عقیدے کی حفاظت کر سکیں۔ مگر سماج میں ایسے افراد کی سخت ضرورت کے باوجود ہم اپنی مساجد کے ممبر و محراب پر نظر دوڑائیں تو ایسے افراد کی بہت کم تعداد دیکھنے کو ملتی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ منتظمین کی بد اخلاقی، مفاد پرستی، ذرا ذرا سی باتوں پر امام کو کھری کھوٹی سنانے اور تبدیل کر دینے کی وجہ سے مجروح ہوتا وقار ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ مساجد اور ان کے واسطے سے مقامی سماج میں جو لائق، ذی علم، ذہین اور امام کی صورت میں مضبوط فکر کے رہنماؤں کا قحط پڑا ہوا ہے اس کی اہم وجوہات وہی ہیں جن کا ذکر ہم نے مندرجہ بالا سطور میں کیا ہے۔ سوچنے والی بات ہے کہ ایک ایسا شخص جس کو قدرت نے علم دین کے ساتھ ساتھ دیگر صلاحیتوں سے بھرپور انداز میں نوازا ہو، وہ ان مساجد کا امام بننا کیوں پسند کرے گا جہاں اسے ہمہ وقت یہ خوف لاحق رہے کہ پتہ نہیں کب جاہل منتظمین کی طرف سے اس کے ہاتھ میں استعفا نامہ تھما دیا جائے۔ سماج مقامی ہو یا غیر مقامی دونوں کا بہتر قیادت سے محروم ہونا اس دور میں بہت بڑے نقصان کا باعث ہے اور یہ نقصان ہمارے برتاؤ اور سلوک کا نتیجہ ہے، جس پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

۴۔ ملک کے ایک معروف و مشہور مفکر نے مدارس اسلامیہ کی موجودہ صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بات کہی تھی کہ ”اگلے پچاس سالوں میں اسلامی مدرسوں کو پڑھانے کے لیے طلبہ کا ملنا دشوار ہو جائے گا“۔ اس کی وجہ قوم کے اپنے علما کے ساتھ برتاؤ کو بتایا گیا تھا۔ اگر میں مذکورہ فکر کو اپنے موضوع میں ڈھالتے ہوئے یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ ”مستقبل میں مساجد کے لیے ائمہ کرام کا ملنا دشوار ہو جائے گا“، اور قوم اور سماج کا اپنے ائمہ کے ساتھ ناروا سلوک ہی اس کی اہم اور بنیادی وجہ ہوگی۔ اس لیے کہ ائمہ کے ساتھ بد اخلاقی، ملازم کی طرح ان کے ساتھ برتاؤ اور پھر بار بار کی تبدیلی میں ادھر ادھر سر گرداں رہنے کی وجہ سے خود ائمہ کرام بد دل ہو رہے ہیں، ان کے حوصلے پست اور دین و مذہب کے لیے ان کی امنگیں دم توڑ رہی ہیں، اور یہ چیزیں ان کے اندر مایوسی پیدا کر رہی ہیں۔ ہماری نظر میں سینکڑوں ایسے ائمہ ہیں جو اپنے بچوں کو اسکول اور کالج کی تعلیم دلوا رہے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کا بچہ ان کی طرح ”مولوی“ نہ بنے جب ان ائمہ سے پوچھا جاتا ہے کہ ایسا کیوں؟ تو ان کا صاف جواب ہوتا ہے کہ: ”ہم نے اپنی زندگی میں بہت مشکلات کا سامنا کیا ہے، اور بہت کچھ برداشت کیا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا بچہ ان مراحل سے گذرے“۔ اور جب یہ ائمہ اپنی آپ بیتی، منتظمین کے سلوک اور قوم کے برتاؤ کی داستان سناتے ہیں تو ہر ہر لفظ سے درد اور برداشت کا ایک سمندر چھلکتا ہے۔ ائمہ کرام کے اندر پنپنے والی یہ سوچ ہمارے سماج اور مسلم معاشرے کے لیے لمحۂ فکریہ ہے اور مستقبل میں اس

سوچ کے جو منفی اثرات ہمارے سماج پر ہو سکتے ہیں وہ اطمینان بخش نہیں ہیں۔

۵۔ایک مسلم بچے کی دینی تعلیم کا آغاز مساجد میں موجود مکتبوں ہی سے ہوتا ہے، جہاں اسے اردو لکھنا پڑھنا، قرآن پاک اور تجوید کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مساجد میں چلنے والے ان چھوٹے چھوٹے مکاتب کی ٹوٹی پھوٹی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آج ہماری نئی نسل "قل ھواللہ" اور "الحمدللہ" پڑھنا جانتی ہے۔خاص طور سے لڑکیوں کے لیے یہ مکاتب دین کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے محفوظ مقام ہیں بلکہ زیادہ تر مسلم بچیوں کی مذہبی تعلیم کا نقطۂ آغاز اور نقطۂ کمال انہیں مکاتب تک محدود ہوتا ہے۔ان مکاتب میں اکثر مساجد کے ائمہ حضرات ہی تعلیم دیتے ہیں اور انتہائی پیار و محبت اور مصلحت و ضبط کے ساتھ ان بچوں کو پڑھاتے ہیں جن سے "را" کہلوایا جائے تو وہ "لا" کہتے ہیں۔اس قدر چھوٹے بچوں کو پڑھانے کے لیے ایک طرف بچوں کا اپنے استاد یعنی امام صاحب سے مانوس ہونا ضروری ہے اور دوسری طرف امام صاحب کا ہر بچے کی سمجھ بوجھ اور اس کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اس وقت حاصل ہو سکتی ہیں جبکہ امام صاحب ایک طویل مدت تک ایک ہی جگہ قیام پذیر رہیں۔اب اگر امام صاحب آئے دن بدلے جاتے ہیں تو پھر آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایسی صورت میں نہ تو بچے اپنے استاد سے مانوس ہو پاتے ہیں اور نہ امام صاحب فوراً ہی بچوں کی ذہنی لیاقت کو پرکھ پاتے ہیں بلکہ انہیں کئی مہینے تو صرف یہی اندازہ لگانے میں لگ جاتے ہیں کہ سامنے والا بچہ کسی طرح درس سمجھتا ہے، اس کی موجودہ تعلیمی لیاقت کیا ہے، کتنا پڑھ چکا ہے، کیسا پڑھا ہے۔اور اس سے پہلے کہ وہ بچوں کو از سر نو منظم کر پائیں انہیں بھی رخصتی کا پروانہ دے دیا جاتا ہے، اور اس طرح ائمہ کی بار بار کی تبدیلی سے دین کی بنیادی اور اساسی تعلیم کے یہ اہم ذرائع بد نظمی کے شکار ہو جاتے ہیں جس کا بلاواسطہ اثر مقامی سماج کے بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم پر پڑتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ "امام بدلو" رجحان سے مقامی سماج پر ایک سے زائد جہت سے منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ مذہبی دعوت و تبلیغ کا متاثر ہونا، بچوں کی بنیادی تعلیم کا غیر منظم ہونا، با صلاحیت افراد سے سماج کا محروم ہونا، اور خود ائمہ کرام کے اندر اپنے منصب کو لے کر عدم اطمینان کی کیفیت کا در آنا۔لہٰذا ہمارے سماج کو اس مسئلہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔چلتے چلتے ہم ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلی لاکھوں مساجد کے منتظمین کی بارگاہ میں ائمہ کرام کے تعلق سے کچھ معروضات رکھنا چاہتے ہیں اس امید پر کہ وہ حالات کا رخ دیکھتے ہوئے ہماری باتوں پر سنجیدگی سے سوچنے کی کوشش کریں گے۔

ہرا یرے غیرے کی شکایت پر امام کو تنبیہ کرنے اور ان کو "سنانے" کا مزاج ترک کر دیں۔ مساجد کے ذمہ داران کسی ایسے سنجیدہ، ذی علم اور با وقات شخص کو منتخب کر لیں جو ان کی طرف سے امام صاحب سے بات چیت کرے، چو طرفہ "منہ چلانے" کا رواج امام کی عزت نفس کو ٹھیس پہنچاتا ہے، اور ایک غیرت مند امام کے لیے یہ لمحہ بڑا صبر آزما ہوتا ہے۔

چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں پر امام بدلنے کا رجحان ختم کریں۔ ان کو حالات میں ڈھلنے کا موقع دیں۔ وقت اور تجربہ خود ان کی شخصیت کو اسی قالب میں ڈھال دے گا جس میں آپ ائمہ کرام کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

مصلیان کے سامنے امام صاحب کو ڈانٹ پلانے کی رسم ختم کریں دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جن لوگوں کی خود اپنے ہی گھر میں دو پیسے کی عزت نہیں ہے وہ بھی امام صاحب پر رعب جمانا اپنا دینی، ملی اور اخلاقی فریضہ سمجھتے ہیں۔ایسے لوگوں کو وقتاً فوقتاً ہوش کے ناخن لیتے رہنا چاہیے۔

مساجد کے منتظمین خود کے خادم ہونے کا احساس پیدا کریں نہ کہ محاسب کا، اور امام صاحب کو اپنی مقتدیٰ اور پیشوا سمجھیں، تاکہ کبھی ان کا وقار مجروح نہ ہونے پائے۔

مندرجہ بالا گفتگو میں اگرچہ ہم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مساجد کے ائمہ کو بار بار تبدیل کرنے کا رجحان کم ہونا چاہیے۔مگر اس کا مطلب یہ قطعی نہیں ہے کہ آپ امام صاحب کے ہر سفید و سیاہ عمل سے چشم پوشی کرتے رہیں اور پھر معاملہ بڑھتے بڑھتے زیادہ سنگین صورت حال اختیار کر لے۔کچھ ائمہ کے ناگفتہ بہ معاملات ہمیں سننے کو ملتے رہتے ہیں۔ اگر انتظامیہ یا سماج کو ایسا محسوس ہو کہ امام صاحب کچھ زیادہ بے راہ روی کے شکار ہو رہے ہیں تو انہیں اس طرف احترام کے ساتھ توجہ دلائیں، اور پھر بھی بات نہ بنے تو ایسی صورت میں انتظامیہ عزت کے ساتھ امام صاحب کو رخصت کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ ایسے ائمہ کا تبدیل ہو جانا ہی مسجد، منتظمین اور مقامی سماج کے لیے بہتر ہے۔

☆☆☆☆

اسلام کے فرائض میں سے ایک مستقل فرض بیت اللہ کا حج ہے جو بندے پر عقل و بلوغ اور اسلام کے بعد صحت و تندرستی کی حالت میں فرض ہے۔ حج کے ارکان، میقات سے احرام باندھنا، عرفات میں ٹھہرنا اور خانہ کعبہ کی زیارت و طواف وغیرہ کرنا اس پر سب کا اجماع ہے۔ بغیر احرام کے حرم شریف کے حدود میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ حرم کو حرم اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ مقام ابراہیم ہے اور امن و حرمت کی جگہ ہے، سب سے اول مسجد جو خدائے تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی گئی وہ ہے جو مکہ میں ہے یعنی کعبہ شریف وہ مبارک گھر ہے۔ یعنی اس میں مغفرت و رحمت ہے اور سارے جہان کے لیے سیدھی راہ اور ہدایت کی بنیاد ہے۔ سب رسولوں کا، ولیوں اور مسلمانوں کا قبلہ گاہ ہے، اس میں اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: بات یہ ہے، اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔ (القرآن، سورہ الحج ۲۲، آیت ۳۲)۔

قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں محمد بن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عرفات میں ٹھہرنا اور مزدلفہ اور رمی جمار اور سر منڈوانا اور قربانی کے اونٹ شعائر اللہ ہیں۔ (حدیث)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا شعائر اللہ کیا ہیں آپ نے فرمایا بیت اللہ اور صفا و مروہ۔ (حدیث ۴۸۶۱، ۴۴۹۵)

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ نے احادیث طیبہ میں اللہ کی نشانیوں کی عظمت بیان فرمائی ہے اور ان کی تعظیم کا حکم فرمایا۔ الحمد للہ! آپ کو اللہ نے اپنے گھر بلایا اور حج جیسی نعمت عطا فرمائی تو (آپ) حجاج کرام کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ حج جیسی اہم عبادت کو صحیح طریقہ سے ادا کرنے کی کوشش کریں اور ساتھ ساتھ اس عبادت والے سفر کو بامقصد بنائیں۔

حج کے تو پانچ ایام ہیں لیکن آپ کو وہاں ۳۸ دن سے لے کر ۴۴ دن تک کا وقت ملتا ہے جس میں حرم مدینہ شریف آقا ﷺ کی بارگاہ میں ۸ دن کی حاضری کا شرف حاصل ہوتا ہے، آپ اپنے نصیب پر خوش ہوں دنیا کا ہر مسلمان مدینہ کی حاضری، خانہ کعبہ کی زیارت کی تمنا رکھتا ہے۔ آپ کی تمنا پوری ہو رہی ہے تو اس کے ایک ایک لمحے کو کارآمد بنائیں۔ ابھی سے آپ حج کے سفر کا چارٹ بنائیں کہ ہم وہاں جاکر زیادہ سے زیادہ وقت حرم مکہ و حرم مدینہ منورہ میں گزاریں گے، ہر دن کم از کم ۵۰ نفل نمازیں ادا کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ، فرائض و واجبات کے علاوہ ہر دن زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مدینہ طیبہ میں کم از کم ۵ قرآن مجید کی تلاوت پوری کریں گے، آقا ﷺ کی بارگاہ میں کم از کم ایک لاکھ درود پاک اور جتنا زیادہ ہو سکے نذرانہ پیش کریں گے زیادہ سے زیادہ توبہ و استغفار کریں گے نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں تو بہ قبول ہوتی ہے اس کی بہت اہمیت و فضیلت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ۔ اَلَخ

(القرآن، سورہ نساء ۴، آیت ۶۴)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنزالایمان)

خانہ کعبہ میں کم از کم ۱۵ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے اور طواف کعبہ زیادہ سے زیادہ کریں گے، توبہ استغفار زیادہ سے زیادہ کریں گے، کم از کم ۱۵ عمرہ کریں گے۔ قرآن کریم میں حج و عمرہ کی بہت فضیلت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (القرآن، سورہ البقرہ ۲، آیت ۱۹۶)

ترجمہ: حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔

یہ ایسی عبادت ہے کہ ہمیشہ ہوتی رہے گی۔ حج و عمرہ کی فضیلت پر یہ حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیت اللہ کا حج اور عمرہ یاجوج ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی ہوتا رہے گا۔

(صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۵۹۳)

یاد رہے کہ حج کے ایام آنے کے چار روز قبل بالکل آرام فرمائیں تاکہ آپ حج کے ارکان پورے کرنے کے لیے چاک و چوبند رہیں۔

فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انہیں کے لیے امان ہے اور وہی راہ پر ہیں۔

(القرآن، سورہ انعام ۶، آیت ۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان میں گناہوں کی آمیزش نہیں کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ تو بہت مشکل ہے۔ ہم میں کون ایسا ہے جس نے گناہ نہیں کیا۔ تو یہ آیت کریمہ اتری اور شرک سے منع کیا گیا۔ (بخاری حدیث ۳۲)

ہم شرک نہیں کریں گے، ہم گناہوں سے پاک وصاف ہو کر آئے ہیں اب ہم اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے، میرے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ دفعہ نہائے تو تمھارا کیا گمان ہے۔ کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ! ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہی حال پانچوں وقت کی نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کے ذریعہ سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری شریف حدیث ۵۲۸)

جب اللہ نے اتنا کرم فرمایا گناہوں سے پاک کر دیا تو اب ہم برابر نماز ادا کریں گے تاکہ اللہ گناہوں کو مٹاتا رہے۔ ہم حج سے واپسی پر کسی طرح کا کوئی گفٹ کسی کے لیے نہیں لائیں گے، تم لوگ آس لگا کر مت رکھنا ہاں وہاں کا تحفہ "آب زم زم" شریف اور کھجوریں لاؤں گا جو شفا ہے جس کو پینے کے لیے ساری دنیا کے لوگ چاہت رکھتے ہیں۔

مدینہ منورہ کی حاضری اور آداب:

مدینہ منورہ میں صحابہ کرام سے لے کر بڑے بڑے اولیائے کرام نے ادب سے حاضری کو اپنے لیے سعادت مانا۔ وہاں جاکر ادب سے رہیں کعبہ شریف اور روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب پیر نہ پھیلائیں آواز بلند نہ کریں، آہستہ گفتگو کریں۔

آسمان کے نیچے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ مقام ہے جو عرش سے بھی زیادہ نازک ہے، حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ اور حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ جیسے بڑے بڑے اولیا اللہ بھی جب اس بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ادب سے سانس تک روک کر حاضر ہوتے ہیں کہ کہیں تیز تیز سانسوں سے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بے ادبی نہ ہو جائے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمھارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر نہ ہو۔ (القرآن، سورہ الحجرات ۴۹، آیت ۲)

آہستہ آہستہ درود وسلام پیش کریں۔ **آپ اللہ و رسول کے مہمان ہیں، مہمان کو چاہیے کی میزبان کی شان، عظمت و جلال کی قدر کریں ایسا نہ ہو کہ ساری ریاضتیں عبادتیں برباد ہو جائیں۔ حرمین شریفین میں کسی سے الجھیں نہیں خاص کر وہاں انتظامی امور کے ذمہ داروں (پولیس) سے، صبر کے ساتھ اپنی عبادت میں دھیان دیں اور اپنے غصہ کو قابو میں رکھیں کسی شخص کو بھی انعام ملتا ہے تو وہ اس انعام ٹرافی، سرٹی فیکٹ، سپاس نامہ کو سنبھال کر رکھتا ہے۔ آپ کو اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے بڑا اعزاز ملا ہے اس کی قدر و منزلت کا خیال ہمیشہ ہمیش رکھیں عبادات و معاملات دونوں میں، تبھی آپ صحیح حاجی کہلانے کے حقدار ہوں گے** ورنہ آپ نظر دوڑائیں اپنے ارد گرد ایسے کتنے ہی لوگ ملیں گے جو آنے کے بعد وہی پرانے طرز زندگی کو اپنائے ہوئے ہیں کوئی بدلاؤ نہیں وہی الٹا سیدھا کر رہے ہیں، اللہ آپ کو ہم کو سب کو اس نعمت عظمیٰ کی اہمیت کو سمجھنے اور قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ *******

ہلال اور غلط فہمیوں کا ازالہ

مفتی محمد علی قاضی مصباحی

(الف)امسال رمضان المبارک کے ہلال کے حوالے سے ملک بھر میں کہیں بروز بدھ تو کہیں بروز جمعرات تراویح کا اہتمام ہوا ۔رویت ہلا ل کمیٹی بنگلورنے چتزادرگہ، چلکیرے اور چنئی پر اعتماد کرکے یعنی وہاں سے فون پر خبر لے کر اعلان کیا کہ یکم رمضان جمعرات یعنی ۱۷مئی کو ہے (روزنامہ سالار بنگلور ۱۷مئی ۲۰۱۸) جبکہ شہر ہبلی میں جو کرناٹک کے شمال میں صوبے کا سب سے بڑا تجارتی وسیاسی اور تعلیمی ومذہبی شہر ہے وہاں کی رویت ہلال کمیٹی نے شہر ہبلی اور کئی آس پاس کے شہروں میں رویت نہ ہونے اور شہادت نہ ملنے کو وجہ بنا کر اعلان کیا کہ یکم رمضان جمعہ یعنی ۱۸مئی (۲۰۱۸) کو ہے۔

(ب)بعدہ ۱۸مئی ۲۰۱۸ کو سالار بنگلور میں ایک تحریر چھپی جس کا عنوان تھا رمضان کے چاند میں الجھ کر رہ گئے ہندوستانی مسلمان۔مذکورہ تحریر کا ایک اقتباس حاضر خدمت ہی:لیکن مذکورہ کمیٹیاں یہ یقینی بنانے میں ناکام رہیں کہ پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا جائے کہ وہ اتفاق کے ساتھ روزہ رکھیں۔کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ اب تک شمالی ہندوستان میں کہیں سے یہ اطلاع نہیں ملی ہے کہ وہاں چاند دیکھا گیا ہے ۔بتایا جاتا ہے کہ کرناٹک آندھراپردیش اور تمل ناڈو کے ترائی علاقوں میں چاند دیکھا گیا ہے اس لیے وہاں کی رویت ہی پر اعلان کیا گیا ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ چاند دیکھنے کے لیے کیا پیمانہ ہونا چاہیے۔کیا چاند کی مصدقہ خبر نہ ہونے کے سبب یوم الشک کی بنیاد پر روزہ رکھنا جائز ہوگا۔یا پھر اگر چاند نہیں نظر آیا تو آج ۳۰شعبان ہوگا(رونامہ سالار بنگلور ۱۸مئی ۲۰۱۸)۔

(ج)میرے پاس واٹس اپ کے ذریعے ایک اور اخبار کا تراشہ موجود ہے جو امسال ہلالِ رمضان کے تناظر میں شائع ہوا ہے۔اس کا عنوان ہے:''جن لوگوں نے ۲۹ کا چاند تسلیم نہیں کیا ہے انہیں ایک روزے کی قضا کرنی ہوگی''مولانا حسن الہاشمی!

وہ لکھتے ہیں کہ اس سال بھی رمضان کے چاند کے سلسلے میں بے اعتدالی ہوئی اور ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں نے قوم کو گمراہ کیا۔مدراس حیدرآباد اور گجرات کے علاقوں میں بدھ کے دن واضح طور پر دکھائی دیا تھا اور بھی کئی مقامات پر بدھ کو چاند نظر آیا، غالبا دارالعلوم دیوبند نے ان ہی علاقوں کی خبروں کو صحیح مان کر ۲۹ کے چاند کا اعلان کردیا۔

اصولاً چاند بدھ ہی کو نظر آتا تھا کیونکہ ربیع الثانی اور رمضان ہمیشہ ایک ہی دن شروع ہوتے ہیں، جس طرح انگریزی مہینوں میں اپریل اور جولائی ایک دن شروع ہوتے ہیں۔اور یہ بات بھی تقریباً مسلم ہے کہ ۲ شعبان کا جو دن ہوتا ہے وہی دن یکم رمضان کا ہوتا ہے۔قرآن میں فرمایا گیا ہے اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ چاند اور سورج کا نظام ایک حساب سے چل رہا ہے اس لیے عام طور پر مسلمانوں اور ہلال کمیٹی کے ذمہ داروں کو اس حساب پر بھی نظر ڈالنی چاہئے۔انگریزی مہینوں میں یکم جنوری کو جو دن ہوتا ہے دسویں مہینے میں یکم اکتوبر بھی وہی دن ہوتا ہے۔اس طرح ہجری مہینوں میں یکم محرم کو جو دن ہوتا ہے دسویں مہینے شوال کی پہلی تاریخ کو بھی وہی دن ہوتا ہے۔اس حساب سے یہ رمضان ۳۰دن کا ہوگا اور انشاء اللہ عید ہفتہ کے دن ہوگی کیوں کہ یکم محرم کو ہفتہ کا دن تھا۔ہندوستان کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ شب قدر کا اہتمام ۲۹ کے چاند کے حساب سے کریں ورنہ نقصان اٹھائیں گے اور شب قدر ضائع ہوگی اور جن لوگوں نے ۲۹ کا چاند تسلیم نہیں کیا ہے انہیں ایک روزے کی قضا کرنی ہوگی ورنہ آخرت کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا۔

متذکرہ بالا تینوں رپورٹوں کے تناظر میں میں نے یہ حسب ذیل معروضات ترتیب دیئے ہیں۔امید کہ علمائے دین واہل علم حضرات اِن کی طرف توجہ فرماکر کسی قطعی فیصلے کی طرف آنے کی کوشش فرمائیں گے۔

ہمارے ملک میں تقریباً ہر سال عیدورمضان کے چاند کے متعلق ایک شدید اختلاف رونما ہوجاتا ہے اور پورے ملک میں انتشار مابین المسلمین کی ایک وحشت ناک فضا پیدا ہوجاتی ہے، جس سے نہ صرف دین ومذہب سے دور رہنے والوں کا ذہن ودماغ مسائل شریعت کے

حوالے سے جھنجھلا اٹھتا ہے بلکہ اغیار کو بھی ہم پر اور اسلام پر پھبتیاں کسنے کا خوب خوب موقع مل جاتا ہے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم نہ شرعی مسائل کی قرار واقعی حیثیت کو، ان کی نزاکت و باریکی کو اور ان کی آفاقیت کو سمجھنے کے لیے تیار ہیں اور نہ ہی اُن پر من وعن عمل کرنے پر آمادہ ہیں۔ سر دست یہاں پر راقم نے ہلال سے متعلق اٹھنے والے عام سوالات کا تجزیہ اور آلات جدیدہ کے استعمال پر حل کی ایک ناقص تجویز نیز خبر و شہادت کے شرعی فرق کا ایک سرسری جائزہ لیا ہے۔ یہ کوئی میرا قطعی و شرعی فیصلہ نہیں ہے کہ جس پر بحث کی گنجائش نہ ہو بلکہ حالات سے مجبور ہو کر اکابر علمائے کرام کی خدمات عالیہ میں جراءت لب کشائی ہے۔ یہ تحریر اگر قابل اعتناء واعتبار ہے تو حوصلہ افزائی کا منتظر اور اگر نامناسب ہے تو پھر مناسب کی طرف نشاندہی کی گزارش۔

(۱) مسلمانوں کے ذہنوں سے اس غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہوگا کہ ایجادات سائنس کی وجہ سے دامنِ شریعت تنگ نہیں ہوگیا ہے کہ ریڈیو، ٹیلیفون، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ آلاتِ اطلاعات واستعلامات کا شریعت کے بعض مخصوص مسائل میں عدم استعمال پر اعتراض کریں اور اس کے لiے شریعت کے منصوص احکامات میں طرح طرح کی گنجائش ڈھونڈ نکالیں اور مسئلہ رُویت و شہادت کو زبردستی کھینچ تان کر اِن آلات مذکورہ کے ساتھ جوڑنے کی سعی لاحاصل کریں۔

اس لیے کہ ان مذکورہ آلات سے زیادہ ترقی یافتہ آلات کیوں نہ ایجاد ہو جائیں اور پھر اُن سے خبر واطلاع لی جائے تاہم وہ شہادت نہیں ہوسکتے کیونکہ شہادت میں مخبر کا بنفس نفیس حاضر ہونا شرط ہے جس کا آلات مذکورہ میں فقدان ہے۔ ٹھیک اُسی طرح سے کہ کسی شئی کو آئینہ کے آڑ میں دیکھنے میں اور بغیر اس آڑ کے دیکھنے میں جو فرق ہے کہ جو تیقن آئینے کے حجاب کے بغیر ملتا ہے وہ تیقن بہر حال آئینہ میں نہیں مل سکتا چاہے آئینہ کتنا ہی صاف وشفاف کیوں نہ ہو؟

(۲) یہ غلط فہمی بھی دور ہونا از حد ضروری ہے کہ ایجادات سائنس کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ شریعت میں جو عبادات واحکامات منصوص ہیں اُنہیں اُسی منصوص و مخصوص ڈھنگ سے ادا کرنا لازم ہے مثلاً اذان ونمازِ باجماعت میں بالترتیب موذن وامام کا بذات خود اذان دینا اور امامت کرنا شرط ہے ورنہ وہ اذان ہے اور نہ نماز۔ لہٰذا کوئی اب یہ نہ کہے کہ ٹیپ ریکارڈ میں اذان بھر دی جائے اور ہر نمازِ باجماعت سے قبل اُسے آن (On) کر دیا جائے اذان ہو جائے گی یا اسی طرح کا کوئی آلہ رکھ دیا جائے جس میں پوری نماز من وعن بھر دی گئی ہو اور لوگ اس آواز کی اقتداء کریں یا کوئی فرد خود اس مشین میں متحرک ہو (مثلاً ویڈیو) اور پھر اس کی اداکاری پر لوگ قیام وقعود، رکوع وسجود کریں۔ ظاہر ہے اس سے موذن وامام کی تقرری اور ان کی تنخواہوں وغیرہ جیسے جملہ جھمیلوں سے بھی چھٹی مل جائے گی۔ ایسا سوچنا بلاشبہ جہالت، نادانی اور شریعت اسلامیہ کے ساتھ پنجہ آزمائی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟

اس کے برعکس جو مسائل شریعہ منصوص نہیں ہیں ان کے لیے شریعت اسلامیہ میں پوری پوری گنجائش، لچک اور چھوٹ موجود ہے کہ مقصود بالذات حاصل ہو جائے چاہے جس طرح سے ہو اور جس ڈھنگ سے بھی ہو۔ مثلاً حج کا سفر چاہے بذریعہ ہوائی جہاز ہو یا بذریعہ ٹرین یا اور کوئی موٹر گاڑی کے ذریعے سے۔ کیونکہ حج اپنے جملہ ارکان ومناسک اور عبادات وشعائر میں منصوص ہے کہ وہ شریعت کی جانب سے واضح کردہ خطوط ہی پر چل کر ادا کیا جائے گا اس میں کسی بھی طرح کی کمی وزیادتی شریعت کے ساتھ زیادتی ہوگی مگر سفر حج کے لیے شریعت میں کوئی پابندی نہیں ہے فقط مقصود سفر ہے چاہے جس سواری سے بھی ہو جدید یا قدیم ذرائع سفر۔

(۳) شہادت شریعت اسلامیہ کی وہ اصطلاح مخصوص ہے کہ جس کے ذریعہ سے کسی چیز کے وقوع وعدم وقوع کا شرعی یقین حاصل کر لیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ کوئی بھی ذریعہ جس سے مقصودِ مذکورہ حاصل ہوتا ہو اور وہ مخالف شرع بھی نہ ہو مثلاً آلات جدیدہ تو کیوں نہیں ان کے ذریعہ سے مدد لی جائے؟ تو عرض ہے کہ یقیناً آلات جدیدہ سے مقصود (یقین نہ کہ شرعی یقین) حاصل ہو رہا ہے مگر صرف مقصود حاصل کرنا ہی مقصد نہیں ہے بلکہ اتباع سنت بھی مطلوب ہے۔ لہٰذا آلات جدیدہ کے ذریعہ مقصود کا حصول ہو بھی جائے جب بھی اتباع سنت کا فقدان باقی رہے گا اور اتباع سنت فقط اور فقط رویت اور شہادت میں ہے۔

نیز حصول یقین کے تمام ذریعوں میں فقط شہادت ورویت (یا ان کے تحت آنے والے مثلاً شہادت علی الشہادت، شہادت علی حکم القاضی، شہادت علی کتاب القاضی اور استفاضہ یا اعلان) ہی مقصود شرع ہیں نہ کہ اور ذرائع گو کہ دیگر معاملات میں ان کا لحاظ ہوگا۔ اِن شرعی قیود وحقائق کے بعد بھی آلاتِ جدیدہ پر اصرار کرنا دین

سے ناسمجھی ہے یا پھر دین کے ساتھ ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔(۴)لہٰذا یہ کہنا بھی ہماری بہت بڑی چوک ہوگی کہ عہد قدیم میں موجودہ آلات نہ تھے اس لیے اُس دور میں رویت یا شہادت کے سوا کوئی سہولت یا اور کوئی گنجائش نہ تھی اب جب کہ طرح طرح کے آلات ایجاد ہو چکے ہیں دم زدن میں نہ صرف کوئی چیز معلوم کی جاسکتی ہے بلکہ اس کے سچ اور جھوٹ ہونے کا علی الفور پتہ بھی لگایا جاسکتا ہے اب اس کے باوجود بھی اُن سے احتراز کرنا غیر دانشمندی ہوگی۔ تو عرض یہ ہے کہ مذکورہ بالا وضاحت نمبر ۳ کے مطابق (کہ مقصود شرع رویت و شہادت ہی ہیں) شریعت اسلامیہ میں کسی بھی طرح کی تبدیلی یا ازالے و اضافے کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے جو بات کہدی گئی وہ اٹل ہے لا تبدیل لکلمات اللہ۔

(۵) کہیں بھی حدیث میں ہمیں چاند کو ڈھونڈنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ چاند کو دیکھنے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان غم علیکم فاقدروا ثلثین (چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر چاند کسی وجہ سے تم پر چھپ جائے تو تیس کی گنتی پوری کرو)۔ یا پھر یہ حکم دیا گیا ہے کہ کہیں سے اگر خود شہادت وغیرہ آجائے یا آسانی سے دستیاب ہو تو اس کے مطابق عمل ہو۔ مذکورہ مقصد کے حصول کے لیے فون پر رابطہ قائم کرنا یا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبروں کا انتظار کرنا از خود عمل عبث نہیں ہے تو فعل بدعت ضرور ہے کہ جو بعض اوقات فتنہ و فساد اور اختلاف و انتشار کا سبب بن رہا ہے۔ آپ خود ہی فیصلہ کر لیجیے کہ ہم کہاں تک رسول اللہ ﷺ کی اتباع کر رہے ہیں اور کہاں تک اپنے نفس کی پیروی کر رہے ہیں نیز یہ بھی فیصلہ کر لیجیے کہ آیا رسول اللہ ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے میں امن وامان ہے یا کہ اپنی من مانی کرنے میں امن وامان ہے؟۔ اب اِن وضاحتوں کے باوصف شریعت کے ان پاکیزہ اصولوں پر عمل کرنے کی وجہ سے ہم پر دقیانوسی اور اہل جمود ہونے کا الزام ہے تو ہمیں یہ الزام بخوشی گوارہ ہے مگر شریعت کی نافرمانی کر کے فون و ریڈیو کی وجہ سے انتشار فی الاسلام واختلاف مابین المسلمین برپا کرنا ہرگز ہرگز گوارہ نہیں۔

(۶) آج کل کچھ روشن خیال اور فرزندانِ مغرب خصال بڑی جرأت کے ساتھ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ اسلام میں نصاب و نظامِ شہادت یا شرعی گواہی کا جو انداز ہے وہ عہد قدیم تک کے لیے مخصوص تھا، آج کا دور سائنس کا دور ہے گھنٹوں میں نہ صرف ساری دنیا کی سیر کی جاسکتی ہے بلکہ ساری دنیا کی خبر بھی لائی جاسکتی ہے لہٰذا دور جدید میں دقیانوسی قسم کی باتیں نہ کی جائیں روشن دور ہے روشنی سے کام لیا جائے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج لوگ نہ صرف مسائل شہادت وغیرہ ماننے پر غیر آمادہ نظر آتے ہیں بلکہ ان کو سننے کے بھی روادار نہیں ہیں۔

سبحان اللہ! آج کا دور سائنس کا دور ہے اور وہ دور دور قدیم تھا اور آج وسائل کی فراوانی ہے کل وسائل محدود تھے۔ تو پھر ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ پورے ملک میں ایک ہی وقت نماز عید ہو اور وہ بھی ایک ہی امام کی اقتداء کے ساتھ ہو اس لیے کہ نماز عید رب کی بندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعیت و شوکت اسلام کا مظہر بھی ہے۔ لہٰذا دہلی کے شاہی امام جامع مسجد میں نماز عید پڑھائیں ٹی وی پر اس کا ریلے ہو اور لوگ اپنی اپنی عید گاہوں اور مسجدوں میں ٹی وی کے ذریعہ بیک وقت پوری اجتماعیت کے ساتھ ایک امام کے پیچھے نماز ادا کر لیں تو کتنا اچھا ہو اور کیسا سُندر منظر ہوگا! کیونکہ سائنس کا دور ہے، ترقی کا زمانہ ہے اور وقت کا تقاضہ ہے۔ اور اس میں خرابی کیا ہے؟ جس طرح سے پورے ملک میں آپ کے بقول ایک ہی روز عید ہونا اتحاد کی علامت ہے تو پھر کہہ لینے دیجیے کہ اسی طرح سے سارے مسلمانوں کا ایک ہی امام کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بھی تو اتحاد کی علامت ہوگا بلکہ ہر طرح کے اختلاف وانتشار سے بچنا اور ملک کے پچیس کروڑ مسلمانوں کو متحد کرنا بھی ہے۔

(۷) یہ جو کچھ دردمندانِ امت و مُستغنیانِ دین و شریعت پورے ملک میں ایک روز عید منانے پر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں لگتا ہے وہ دین و اسلام کی حکمتوں سے قطعی نابلد اور عقل و شعور سے کوسوں دور ہیں۔ ذرا سوچیے تو ہمارے ملک کے سارے صوبے بالفرض خود علیحدہ علیحدہ ایک ایک ملک ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ یہاں کئی دن عیدیں ہوتیں اور اس وقت ہرگز کسی کے دل میں یہ خیال نہ آتا کہ کئی روز عید کیوں ہوئی؟ حالانکہ اِن سب کا مطلع ایک ہے (بلکہ ہندوپاک کا مطلع بھی ایک ہی ہے)۔

بالکل آج کے ہندوپاک کی مثال کہ اگر پاک میں جمعہ کو اور ہند میں سنیچر کو عید منائی جائے تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ پاک میں کل ہے لہٰذا ہم بھی کل ہی عید منائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ملک اتنا وسیع وعریض ہے کہ بیک وقت یہاں رویت کی شہادت شرعی حاصل کرنا تقریباً بعید الوقوع ہے اور اگر ممکن ہے بھی تو عدم وسائل کی وجہ سے

متعذر ہے۔ اس لیے رویت پر عید یا رمضان ہوگا یا پھر قبل از وقت شہادت حاصل کی جائے گی ورنہ اکمالِ عدت (تیس کی گنتی پوری کرنا) سے کام لیا جائے گا۔ نیز یہ کوئی ۱۵، اگست یا ۲۶، جنوری کی طرح قومی تہوار نہیں ہے بلکہ عید و نمازِ عید نمازِ جمعہ (یا پنجوقتہ) کی طرح ایک عبادت ہے تو جس طرح سے نماز جمعہ (یا اور فرائض) کے لیے کبھی کوئی دن اور وقت کی تعیین کے سلسلے میں بحث و تکرار نہیں کرتا تو پھر اس کے لیے کیوں؟ لہٰذا نماز جمعہ یا دیگر نمازوں سے ہٹ کر نماز عید کو کسی قومی تہوار یا اوروں کے کسی مذہبی دن کے مثل سمجھنا خود بہت بڑی ناسمجھی ہے۔ اور ایسے بھی قرآن و حدیث یا عہد صحابہ و تابعین یا خیار امت کے زمانے میں ایک ہی دن عید کرنے کا ہرگز کبھی حکم نہ دیا گیا اور نہ ہی تاریخ میں ایسی کوئی مثال ملتی ہے۔

(۸) یہ دلیل لانا بھی کم حماقت پر غماز نہیں ہے کہ فلاں جگہ عید ہو رہی ہے اور فلاں شہر میں عید کا اہتمام ہو رہا ہے تو کیا وہ مسلمان نہیں ہیں؟ آپ ہی مسلمان ہیں! وغیرہ وغیرہ۔ مخفی نہ رہے کہ شریعت اسلامیہ عوام کی مکلف نہیں ہے بلکہ عوام و خواص شریعت کے پابند ہیں۔ ہم اسلام پر پابندی لگانے نہیں آئے بلکہ اسلام ہم کو پابند بنانے آیا ہے۔ لہٰذا کسی شہر میں عید منا لینا دلیلِ عید نہیں ہے بلکہ از روئے شرع چاند کے نظر آنے کا ثبوت ہو جانا عید یا رمضان کی دلیل ہے اب چاہے سارا ملک عید منا لے لیکن جب تک آپ کو از روئے شرع ثبوت ہلال نہ مل جائے آپ عید منانے کے مکلف نہیں ہیں تاہم آپ نے ایسا کیا تو آپ نے نماز عید اوروں کے لیے پڑھی اس کے لیے نہیں پڑھی جس نے نماز عید پڑھنے کا آپکو اور ہمیں حکم دیا تھا۔

(۹) یہ جو کہا جا رہا ہے کہ اگر ریڈیو یا ٹی وی کی خبر پر عید نہ منائی گئی تو عوام ہنگامہ کرے گی یہ بھی میرے مشاہدے کے مطابق ایک حسین فریب ہے الحمدللہ! ہماری عوام آج بھی بیدار ہے اور اس میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو شرعی مسائل پر عمل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں مگر چند سیاسی قائدین جن کا پیشہ ہی سب کو خوش کرنا اور اپنے سیاسی مفاد کے لیے دین و شریعت کو نشانہ بناتے رہنا ہے وہ نہیں چاہتے کہ عوام شریعت پر عمل کریں اور نتیجتاً اُن کا سیاسی مفاد خطرے میں پڑ جائے اسی لیے یہ شرعی امور میں بھی ٹانگ لڑا کر عوام الناس کو غیر شرعی راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر ان کا مفاد شرعی شہادت یا کسی شرعی معاملہ میں پوشیدہ ہو تو یہ بھی اُسی کی تائید کریں اور ٹی وی کی خبروں کا انکار کر کے علما کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں۔۔۔

اور افسوس چند علما پر بھی ہوتا ہے جو حالات کے تیور دیکھ کر مسائل شریعت میں نوچ کھسوٹ کرتے رہتے ہیں ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اصول شریعت کی ہمہ گیری اور ان کے فطری استحکام و آفاقی نظام کو پہچان کر حالات کے رخ کو بدلنے کی کوشش کرتے مگر اس کے برعکس شرعی مسائل ہی میں زبردستی کھینچا تانی کر کے ان کے فطری حسن کو داغدار کرنے کی سعی لاحاصل کرتے رہتے ہیں۔

(۱۰) یاد رکھئے کہ ایجادات سائنس کے سامنے نہ اسلام مجبور و بے بس ہے اور نہ ہی اس کے مسائل مبہم اور غیر واضح ہیں کہ مسائل ہلال وغیرہ کے لیے سر پھٹول کی جائے اور علما و عوام اور مقتدی و امام آپس میں دست و گریبان ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شرعی قوانین میں جہاں ہر طرح کی سہولت و رعایت کا لحاظ رکھا گیا ہے وہیں یہ بات بھی ملحوظ نظر رکھی گئی ہے کہ ان کا نفاذ بحسن و خوبی مساویانہ طور پر عام حالات میں بغیر کسی دقت کے ہر شہری و غیر شہری، مستطیع و غیر مستطیع، اہل علم و غیر اہل علم اور مکان و زمان کے قیود سے آزاد ہو کر ہر ایک پر فطرتاً لاگو ہو سکے۔ مذکورہ قاعدۂ کلیہ کے تحت اب حضور کا فرمان ملاحظہ فرمائیے:

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو چاند چھپ جائے تو تیس دن پورے کرو۔

غور کیجیے کہ کتنا پیارا نسخہ ہے، کتنی آسان بات اور کتنا فطری قانون ہے۔ اس کے برخلاف آلات جدیدہ کبھی تھے کبھی نہیں، کسی کو میسر ہیں تو کسی کو میسر نہیں اور آج یہ ہیں کل اِن سے بہتر ہو سکتے ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیجیے کہ حضور معلم انسانیت ﷺ کی دی ہوئی تعلیم آسان اور فطری ہے یا دور جدید کے نظریات و ایجادات آسان و فطری ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ ہم شارع علیہ السلام کی بات پر جنت و جہنم کو بغیر دیکھے مان گئے مگر چاند کو دیکھنے اور دکھانے میں ان کے فرمان سے ہمیں انحراف و اختلاف کیوں ہونے لگا؟ آخر کیوں؟

☆☆☆☆

اہل بیت کون ہیں؟

مولانا محمد عارف اللہ فیضی مصباحی

اہلِ بیت کون ہیں؟ اس میں چند اقوال ہیں:

(۱)- عطاء، عکرمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں کہ اہلِ بیت سے خاص حضور کی ازواج مطہرات مراد ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی اہلِ بیت میں شامل نہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ بیت (گھر) سے مراد نبی کریم ﷺ کے مسکن ہیں۔ (جن میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات، حضور کے ساتھ رہتی تھیں۔ لہٰذا "اہلِ بیت" سے مراد حضور ﷺ کے گھروں میں رہنے والی ان کی ازواج ہوں گی۔)

اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ"

"اور (اے رسول کی بیویو!) تم وہ آیتیں اور حکمت یاد کرو جو تمھارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔"

(۲)- ایک گروہ بشمول کلبی کہتا ہے:

اہلِ بیت صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ہیں کیوں کہ حضرت عائشہ نے اپنی ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ اپنے جسم پر سیاہ بال کی ایک چادر ڈال کر نکلے جس پر کجاوے کی شکل کی نقوش بنے ہوئے تھے۔ اتنے میں حسن بن علی آگئے تو انھیں اس میں داخل فرمالیا پھر حسین بن علی آئے تو وہ بھی داخل ہوگئے، پھر فاطمہ آئیں تو وہ بھی داخل ہوگئیں پھر علی آئے تو وہ بھی داخل ہوگئے۔ پھر حضور نے فرمایا:

"اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾"

"اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمھیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے۔" (مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ جب آیت: "تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ" "(آؤ) ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمھاری جانیں" نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ اور حسن وحسین کو بلا کر فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت اور میرے قریبی ہیں اس لیے ان سے ناپاکی دور فرما دے اور انھیں خوب پاک اور ستھرا کردے۔

ترمذی وغیرہ نے عمرو بن سلمہ سے اور ابن جریر وغیرہ نے حضرت ام سلمہ سے روایت کی کہ جب یہ آیتِ کریمہ "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾" نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلا کر ان پر ایک چادر ڈالی پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں اس لیے تو ان سے ناپاکی دور کردے اور انھیں خوب صاف ستھرا کردے۔

ان کی ایک دلیل آیتِ کریمہ میں عَنْكُمْ اور وَ يُطَهِّرَكُمْ کی ضمیر جمع مذکر حاضر "میم" بھی ہے۔ وجہِ استدلال یہ ہے کہ اگر یہ قول عورتوں کے لیے خاص ہوتا تو اللہ تعالیٰ عَنْكُنَّ اور وَ يُطَهِّرَكُنَّ فرماتا کیوں کہ نون ضمیر جمع مونث حاضر ہے تو میم جمع مذکر حاضر لاکر اللہ نے بتادیا کہ اس آیت سے حضور کی بیویاں مراد نہیں ہیں۔

(۳)- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور کے "اہلِ بیت"، آلِ علی، آلِ عقیل، آلِ جعفر، آلِ عباس اور آلِ حارث بن عبدالمطلب ہیں جن پر حضور نے صدقہ حرام فرمادیا۔

(۴)- اہلِ بیت، نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور ان کی اولادِ کرام ہیں اور حضرات حسنین و علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

یہی قول اولیٰ، مناسب تر اور حق سے قریب تر ہے۔

صاحبِ تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

والأولى أن يقال: هم أولاده و أزواجه والحسن والحسين منهم وعلى منهم لأنه كان من أهل بيته بسبب

استاذ مدرسہ فیض العلوم، محمد آباد گوہنہ، ضلع مئو

معاشرته ببنت النبی ﷺ و ملازمته للنبی"

"اولی یہ ہے کہ اہلِ بیت حضور کی اولاد کرام اور ان کی ازواجِ مطہرات ہیں اور حضرت حسن و حضرت حسین بھی اہلِ بیت سے ہیں اور حضرت علی بھی کیوں کہ حضرت علی کو حضرت فاطمہ کا ساتھ نصیب ہوا اور ہمیشہ حضور کی صحبت میں رہنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔"

اس سے ظاہر ہے کہ اصل اہلِ بیت حضور کی اولاد و ازواج ہیں اور حضرت علی و حضرات حسنین ان میں داخل ہیں۔

(مفاتیح الغیب، ج:۲۵، ص:۱۶۸)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

آیت سے ظاہر ہے کہ یہ ازواج وغیرہ تمام اہلِ بیت کو عام ہے اور ضمیر جمع مذکر حاضر "میم" کے ساتھ یُطَهِّرَكُمْ اس لیے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی اور حضرات حسنین بھی اہلِ بیت میں شامل تھے اور جب کہیں مؤنث و مذکر دونوں جمع ہو جائیں تو مذکر کو غلبہ دے کر وہ لفظ ذکر کیا جاتا ہے جو مذکر کے ساتھ خاص ہو اس لیے آیتِ کریمہ اس بات کی مقتضی ہے کہ ازواجِ نبی ﷺ اہلِ بیت سے ہوں کیوں کہ سیاقِ کلام اس پر دلیل ہے کہ آیتِ کریمہ ازواج کے بارے میں ہے اور خطاب ان سے ہے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں:

یہ آیت میرے گھر میں اتری تو رسول اللہ ﷺ نے علی، فاطمہ اور حسن و حسین کو بلا کر خیبر کی ایک چادر ان پر اور اپنے اوپر ڈالی پھر فرمایا: "یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔" پھر آیت پڑھ کر فرمایا: "اے اللہ! ان سے ناپاکی دور فرما دے اور انھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔" حضرت ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں ان کے ساتھ ہوں؟ حضور نے فرمایا: تم اپنے مقام پر ہو، تم خیر پر ہو۔ قشیری نے کہا کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا: میں نے چادر میں اپنا سر ڈال کر عرض کی یا رسول اللہ! کیا میں ان میں شامل ہوں؟ حضور نے فرمایا: ہاں (تم شامل ہو)

مزید لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے قول "اہل" کی وجہ سے عَنْكُمُ فرمایا اس لیے کہ اَهْلَ لفظاً مذکر ہے تو ازواجِ مطہرات اگرچہ عورتیں ہیں لیکن جب اللہ نے ان کو مذکر کا نام دیا تو اس کے پیشِ نظر عَنْكُمُ آنا درست ہو گیا۔

کلبی کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کلبی اور ان کے ہم خیال لوگوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اس تفسیر میں ان کی کچھ ایسی باتیں ملتی ہیں جو سلف صالحین کے زمانے میں کہی جاتیں تو وہ انھیں ان سے روک دیتے اور ان پر پابندی لگا دیتے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے قول "يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ" سے اللہ تعالیٰ کے قول "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝" تک تمام آیات باہم مرتب اور مربوط ہیں، اس لیے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ درمیان میں ازواجِ مطہرات کے سوا کسی اور کے لیے الگ سے کوئی کلام آ جائے۔

احادیثِ کریمہ سے بھی یہی مضمون ثابت ہے۔ چناں چہ مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ پر یہ آیتِ کریمہ "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝" نازل ہوئی تو حضور نے علی، فاطمہ اور حسن و حسین کو بلایا جب وہ آ گئے تو ایک چادر لا کر ان کے اوپر ڈالی پھر دست ہائے مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ اے اللہ! ان سے ناپاکی دور فرما دے اور انھیں خوب پاک کر دے۔

یہ آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ کی ان حضرات کے حق میں ایک دعا ہے۔ حضور کو یہ بات پسند آئی کہ ان لوگوں کو اس آیت میں داخل فرما لیں جس سے ازواجِ مطہرات کو خطاب کیا گیا تھا مگر کلبی اور ان کے ہم نواؤں نے آیت کو انھیں حضرات کے ساتھ خاص کر دیا حالاں کہ ان کے حق میں یہ حضور کی ایک دعا ہے جو قرآن سے خارج ہے۔

حضرت علامہ ثناء اللہ مظہری، قولِ چہارم کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ اور ان جیسی دوسری احادیث (کچھ احادیث قولِ دوم میں مذکور ہو چکیں) ان چاروں حضرات کے ساتھ حکمِ تطہیر کی تخصیص پر دلیل نہیں ہو سکتیں کیوں کہ یہ تخصیص آیت کے ماقبل و مابعد کے ساتھ لغت و عرف سے بھی مردود اور ناقابلِ قبول ہے اس لیے کہ از روئے لغت "اہلِ البیت" کے استعمال میں اصل "بیویاں" ہیں اور اولاد وغیرہ پر اس کا اطلاق تبعاً ہوتا ہے کیوں کہ اولاد وغیرہ کے گھر غالباً جداگانہ اور الگ ہوتے ہیں۔

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حرمِ محترم حضرت سارہ سے جو بات کہی اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ "(ہود:۱۱/۷۳)

"فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبھا کرتی ہو، اللہ کی رحمت

اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والو۔"

حق وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ آیتِ تطہیر تمام اہلِ بیت کو عام ہے اگرچہ سیاقِ کلام ازواجِ مطہرات کے لیے ہے، کیوں کہ حضرت ام سلمہ سے مروی ہے، انھوں نے کہا: " اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا " میرے گھر میں نازل ہوئی۔

کہتی ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت علی و فاطمہ اور حضرت حسن و حسین کو بلا بھیجا۔ جب یہ لوگ آ گئے تو فرمایا: یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اہلِ بیت کی فرد ہوں؟ حضور نے فرمایا: کیوں نہیں ان شاء اللہ! اس کو بغوی وغیرہ نے روایت کیا۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ "اہلِ بیت" حضور کی ازواجِ مطہرات، اولادِ کرام اور حضرت علی و فاطمہ اور حضرات حسنین سب کو عام ہے۔ کلمۂ ان شاء اللہ! تبرک کے لیے ہے۔

علامہ سید ابو السعود اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: یہ آیتِ کریمہ " اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ " الخ اس بات پر واضح دلیل اور روشن حجت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بیویاں حضور کی اہلِ بیت ہیں۔ (کیوں کہ "اہل البیت" ان سب کو عام ہے جن پر کاشانۂ نبوت مشتمل ہے۔) اور اس سے شیعوں کی اس رائے کے بطلان کا بھی فیصلہ ہو جاتا ہے کہ "اہلِ بیت" کا لفظ حضرت فاطمہ، حضرت علی اور ان کے شہزادگان کے ساتھ خاص ہے۔ انھوں نے حضرت عائشہ سے مروی جس حدیث کو اپنی دلیل قرار دیا وہ صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حضرات بھی اہلِ بیت سے ہیں نہ کہ ان کے سوا اور کوئی اہلِ بیت سے ہے ہی نہیں اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اس حدیث کی دلالت اس تخصیص پر ہو رہی ہے تو اس دلالت کا اعتبار نہیں ہوگا کیوں کہ یہ نص قرآن کے مقابلے میں ہوگی (اور جو نص کے مقابلے میں ہو وہ مردود اور باطل ہے۔)(1)

تفسیر قرطبی اور تفسیر مظہری سے معلوم ہوا کہ اصلاً "اہلِ بیت" حضور کی ازواجِ مطہرات ہیں اور اولاد وغیرہ تبعاً داخل ہیں اور تفسیر ابی السعود سے گروہِ دوم کی مستدل حدیث کی مراد اور اس حدیث سے حضرت علی و فاطمہ اور حضرات حسنین کے ساتھ آیتِ تطہیر کی تخصیص کا بطلان بھی واضح ہو گیا۔

فخرِ خانوادۂ سادات بلگرام حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی کتاب "سبع سنابل" بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں مقبول ہوئی۔ نے اپنی اسی کتاب کے پہلے سنبلہ میں عقائدِ اہلِ سنت کا بیان فرمایا ہے۔ اس میں انھوں نے اہلِ بیت کی مندرجہ ذیل تین قسمیں کی ہیں:

(۱)-اصل اہلِ بیت۔ (۲)-داخلِ اہلِ بیت

(۳)-لاحقِ اہلِ بیت۔

اصل اہلِ بیت کل تیرہ نفر ہیں: نو ازواجِ مطہرات اور چار صاحب زادیاں۔

داخلِ اہلِ بیت تین نفر ہیں: علی مرتضیٰ اور حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

لاحقِ اہلِ بیت: وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ناپاکیوں اور گناہوں سے کلیتہً پاک کر دیا اور ان کو کمالِ تقویٰ اور پاکیزگی عنایت فرمائی ہے خواہ وہ سادات ہوں یا سادات کے علاوہ۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ سید نہ تھے لیکن ناپاکی سے کمالِ طہارت کی وجہ سے اہلِ بیت سے لاحق تھے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ" سلمان ہمارے اہلِ بیت سے ہیں۔

پھر خواجہ محمد پارسا قدس اللہ سرہ کی کتاب "فصل الخطاب" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اہلِ بیت کے متعلق علما نے اختلاف کیا ہے اور سب سے بہتر یہ ہے کہ کہا جائے کہ اہلِ بیت ازواجِ مطہرات اور آپ کی صلبی اولاد ہیں اور حسن و حسین انھیں میں سے ہیں اور مولیٰ علی بھی ان میں سے ہیں۔"

اس پر اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں سے معلوم ہوا کہ امیر المومنین حسن اور حسین اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو انھوں نے اہلِ بیت میں داخل مانا ہے اور اگر وہ اصل اہلِ بیت ہوتے تو یہ کیوں فرماتے کہ امیر المومنین حسن اور حسین اور علی المرتضیٰ ان میں سے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ اولادِ رسول سے مراد صرف حضور کی چاروں صاحب زادیاں ہیں اور ازواج سے مراد حضور کی نو بیویاں ہیں، لہٰذا تمام اہلِ بیت کل سولہ نفر ہوئے: نو بیویاں، چار صاحب زادیاں اور امیر المومنین علی اور حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (سبع سنابل، ص: ۹۳،۹۴)

اسی سنبلہ میں آپ نے آیتِ تطہیر کے حضرت علی و فاطمہ اور حضرات حسنین کے ساتھ مخصوص ہونے کے نظریہ کا رد فرمایا ہے اور علماے اہلِ سنت و جماعت کے موقف کی تائید فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

"بعض رافضی آیت: " اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ

الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴿۳۳﴾" کو پہلی آیت سے جدا مانتے ہیں۔ تفسیر ماتریدی میں ہے کہ "بعض نے کہا کہ یہ آیت پہلی آیت سے مقطوع (جدا) ہے اس لیے کہ پہلی آیت ازواج کے بارے میں ہے اور یہ آپ کے اہلِ بیت کے حق میں اور یہ رافضیوں کا قول ہے۔"لیکن علمائے اہلِ سنت و جماعت دونوں آیتوں کو باہم مربوط مانتے ہیں اس لیے کہ ازواجِ مطہرات تو اصل اہلِ بیت ہیں اور باقی دوسرے میں سے بعض داخلِ اہلِ بیت ہیں، بعض لاحق اہلِ بیت ہیں۔ جیسا کہ اوپر گذرا۔"(سبع سنابل، ص:۹۹)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حق بولنے، سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حوالجات

(١)–والذی يظهر من الآية أنها عامة فی جميع أهل البيت من الأزواج وغيرهم وإنما قال و يُطهركم"لأن رسول الله ﷺ وعليا وحسنا وحسينا كانوا فيهم، وإذا اجتمع المذكر والمونث غلب المذكر فاقتضت الآية أن الزوجات من أهل البيت لأن الآية فيهن والمخاطبة لهن يدل عليه سياق الكلام والله أعلم. أما أن أم سلمة قالت: نزلت هذه الآية فی بيتی فدعا رسول الله ﷺ عليا و فاطمة و حسنا و حسينا فدخل معهم تحت كساء خيبری و قال: هؤلاء اهل بيتی" وقرأ الآية وقال: اللهم أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا فقالت أم سلمة وأنا معهم يا رسول الله قال: أنت علیٰ مكانكِ وأنتِ علیٰ خير" أخرجه الترمذی وقال حديث غريب. وقال القشيری: وقالت أم سلمة: أدخلت رأسی فی الكساء وقلت أنا منهم يا رسول الله؟ قال نعم.

وقال "عنكم" لقوله: "أهل" فالأهل مذكر فسماهن وإن كن إناثا باسم التذكير فلذلك صار "عنكم" والاعتبار بقول الكلبی وأشباهه فإنه توجد له أشياء فی هذا التفسير ما لو كان فی زمن السلف الصالح طعنوه من ذلك وحجروا عليه فالآيات كلها من قوله "يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ إلی قوله اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا" منسوق بعضها علیٰ بعض فكيف صار فی الوسط كلاماً منفصلاً بغيرهن وإنما هذا شئ جری فی الأخبار أن النبی عليه السلام لمانزلت عليه هذه الآية دعا عليا و فاطمة والحسن والحسين فعمد النبی ﷺ إلی كساء فلفها عليهم ثم ألویٰ بيده إلی السماء فقال: "اللهم هؤلاء أهل بيتی أللهم أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا." فهذه دعوة النبی ﷺ لهم بعد نزول الآية، أحب أن يدخلهم فی الآية التی خوطب بها الأزواج فذهب الكلبی و من وافقه فصيرها لهم خاصة وهی دعوة لهم خارجة من التنزيل. (تفسير القرطبی، ج:١٤، ص:١٨٣، ١٨٤)

وهذه الأحاديث ونحوها لا تدل علی تخصيص الحكم بهؤلاء الأربعة رضی الله عنهم و يأباه ما قبل الآية وما بعدها و يأباه العرف واللغة لأن الأصل فی استعمال أهل البيت لغة النساء وأما الأولاد وغيرهم فإنها يطلق عليهما تبعا لأن لهم بيوتا متغايرة غالباً وقد قال الله تعالیٰ حكاية من قول الملائكة لسارة امرأة ابراهيم عليه السلام اتعجبين من امر الله رحمة الله و بركاته عليكم أهل البيت، والحق ما ذكرنا أن الآية تعم جميع أهل البيت، وإن كان سوق الكلام للنساءِ. عن أم سلمة رضی الله عنها قالت: فی بيتی أنزلت: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ . قالت فأرسل رسول الله ﷺ إلی فاطمة و علی والحسن والحسين فقال هؤلاء أهل بيتی فقلت يا رسول الله أما أنا من أهل البيت؟ قال بلی! إن شاء الله! رواه البغوی وغيره. هذا الحديث يدل علی أن أهل البيت يعم كلهم وكلمة إن شاء الله للتبرك. (تفسير مظهری، ج:٧، ص:٣٤٠، ٣٤١)

وهذه كما تریٰ آية بينة و حجة نيرة علیٰ كون نساء النبی ﷺ من أهل بيته، قاضية ببطلان رأی الشيعة فی تخصيصهم أهل البيت بفاطمة وعلی و ابنيهما. رضوان الله عليهم. وأما تمسكوا به من أن رسول الله ﷺ خرج ذات غدوة و عليه مرط مرحل من شعر أسود فجلس فأتت فاطمة رضی الله عنها، فأدخلها فيه ثم جاء علی فأدخله فيه، ثم جاء الحسن والحسين رضی الله عنهما، فأدخلهما فيه، ثم قال اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ . فإنما يدل علی كونهم أهل البيت لا علیٰ أن من عداهم ليس كذلك ولو فرضت دلالته علیٰ ذلك لما اعتد بهاا لكونها بمقابلة النص.

(تفسير أبی السعود "إرشاد العقل السليم إلی مزايا الكتاب الكريم، ص:٨٦٤٢، ٥٣٧٤)

*****

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

مولانا محمد عبد اللہ نعیمی

نام و تاریخِ ولادت: آپ کی پیدائش ۲۱؍صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء پیر کے دن شہر مراد آباد یوپی ہند میں ہوئی، حروفِ تہجی کے اعتبار سے اہلِ خانہ نے آپ کا تاریخی نام غلام مصطفیٰ (۱۳۰۰ھ) اور عرفی نام محمد نعیم الدین رکھا۔ آپ کے والدِ محترم کا نام حضرت مولانا سید محمد معین الدین نزہت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دادا جان کا نام حضرت مولانا سید امین الدین راسخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے۔

حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والدماجد اور دادا جان اپنے وقت کے بہترین اور باصلاحیت اردو و فارسی کے استاذ مانے جاتے تھے، آپ کے والد صاحب کے کئی فرزند حافظِ قرآن ہونے کے بعد فوت ہو چکے تھے۔ صدر الافاضل کی پیدائش پر آپ کے والد صاحب نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو حیات بخشی تو دینِ متین کی خدمت کے لیے سونپ دوں گا۔ جب صدر الافاضل کی عمر مبارک چار سال کی ہوئی تقریبِ بسم اللہ خوانی بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی اور اس کے بعد حفظ قرآن شروع کر دیا، تعلیم دینے والے حافظ صاحب ایک روز سخت انداز میں تعلیم دے رہے تھے کہ ایک روشن ضمیر بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وہاں سے گزر ہوا، بزرگ صاحب نے فرمایا، حافظ صاحب! آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ یہ بچہ بڑا ہونہار ہے، اس پر اتنی سختی نہ کیجیے، ان شاء اللہ عزوجل یہ بچہ بہت جلد اپنی منزل کو پالے گا، اس کے بعد حافظ صاحب نے اپنا طریقۂ تعلیم تبدیل فرما دیا اور شفقت سے پڑھانا شروع کر دیا۔ اس بزرگ کی بشارت کے مطابق یہی بچہ آسمانِ علم و ادب کا ماہ تاب و آفتاب بن کر چمکا اور آگے چل کر صدر الافاضل کے لقب سے مشہور ہوا۔

تحصیلِ علم: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حفظِ قرآن کے بعد اردو فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید محمد معین الدین صاحب نزہت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی بعد ازاں حضرت مولانا ابو الفضل فضل احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عربی کی کتابیں پڑھیں، پھر آپ کے استاذِ محترم حضرت ابوالفضل فضلِ احمد آپ کو ساتھ لے کر امام العلما مرجع الفقہا شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سید محمد گل قادری ــــــ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یہ صاحب زادے نہایت ذکی و فہیم ہیں، میری دلی خواہش ہے کہ بقیہ اعلیٰ درسِ نظامی کی تکمیل آپ سے کریں۔" اس پر حضرت امام العلما نے آپ کو قبول فرمایا۔

حضور صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا سید محمد گل قادری قدس سرہ سے منطق، فلسفہ، ریاضی، اقلیدس، توقیت و ہیئت، عربی بحروفِ غیر منقوطہ (بغیر نقطوں کے حروف والی عربی) تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ بہت سے علوم وفنون اور کثیر سلاسلِ احادیث و علومِ اسلامیہ کی اسناد بھی حاصل فرمائیں، حضرت امام العلما کا سلسلۂ حدیث عمدۃ المحققین حضرت علامہ سید محمد مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدرس و خطیب مسجد الحرام کے ذریعہ محشی در مختار خاتم المحققین سید احمد طحطاوی سے ملتا ہے، جن کی سند علماے عرب و عجم میں مشہور و مقبول ہے۔

پھر ایک سال تک فتویٰ نویسی کی مشق کرائی اور ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں ۲۰؍سال کی عمر میں عظیم الشان جلسہ کے موقع پر علما و فضلا کی موجودگی میں آپ کے سرِ مبارک پر علم و فضل کی دستار رکھی گئی۔

تحصیلِ علمِ طب و حکمت: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس طرح منقولات و معقولات کے علوم میں اپنے ہم عصر علما میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے اسی طرح علمِ طب و حکمت میں بھی آپ کو مہارت حاصل تھی، یعنی آپ اپنے وقت کے ماہر حکیم بھی تھے، عام طور پر مریض کا چہرہ دیکھ کر ہی اصل مرض تک پہنچ جاتے تھے۔ جامعہ نعیمیہ سے فارغ ہونے والے بہت سے طلبہ آپ سے علمِ طب و حکمت سیکھتے، درس و تبلیغ کے بعد جو وقت آپ کو میسر ہوتا اس میں فی سبیل اللہ طب و حکمت کے ذریعہ خدمتِ خلق انجام دیا کرتے تھے۔ اس فن میں آپ کے استاذ اپنے وقت کے ماہر و حاذق حکیم حضرت مولانا فیض احمد امروہوی تھے۔

بیعت و خلافت: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ظاہری علوم وفنون سے مستفیض ہونے کے بعد باطنی و روحانی تشنگی بجھانے اور علمِ

خطیب و امام جامع مسجد بیاور، ضلع اجمیر شریف (راجستھان)

طریقت کے اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے آپ کو پیرِ کامل کی ضرورت تھی، اس کے لیے آپ پیلی بھیت کی سرزمین پر موجود ایک عظیم ہستی حضرت شاہ جی محمد میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف بہ شاہ جی میاں حضور کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ جی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی محبت و شفقت سے پیش آئے اور اس سے قبل کہ صدر الافاضل کچھ عرض گذار ہوں، فرمایا: "میاں! مراد آباد میں مولانا سید محمد گل قادری بڑی اچھی صورت ہیں، میں مراد آباد جاتا ہوں تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں، آپ جس ارادے سے آئے ہیں آپ کا حصہ وہیں ہے۔"

صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مراد آباد واپس تشریف لائے اور حضرت علامہ مولانا سید محمد گل قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری دی، حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا: "شاہ جی میاں کے ہاں ہو آئے ہو، اچھا! پرسوں جمعہ ہے، بعد نمازِ فجر آئیے تو آپ کا جو حصہ ہے، عطا کیا جائے گا۔" چناں چہ تین دن بعد بروز جمعہ بعد نمازِ فجر حضرت علامہ و مولانا سید محمد گل قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمایا اور آپ کے نصیبے میں مشائخ سلسلہ قادریہ کی طرف سے جو روحانی حصہ متعیّن تھا وہ عطا کیا۔

صدر الافاضل کی نعتیہ شاعری: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نعتیہ شاعری سے بھی بے حد ذوق رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں آپ کو یکساں شعر لکھنے اور پڑھنے کا ملکہ حاصل تھا، لیکن آپ کا سرمایۂ شاعری حمد و نعت و منقبت اور نصیحت آموز واقعات تک ہی محدود ہے۔ آپ کے کلام کے مجموعے کا نام "ریاض النعیم" ہے۔

فنِ خطاطی: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خوش نویسی اور فنِ خطاطی سے بھی کافی دل چسپی تھی، اس فن میں بھی آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی اور آپ اس فن کے ساتوں اندازِ تحریر سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے، اس فن میں آپ کے سیکڑوں شاگردوں نے آپ سے استفادہ کیا۔

پر تاثیر خطاب: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اندازِ خطابت بھی بے حد پر تاثیر تھا۔ آپ کی بزمِ خطابت میں جو بھی شریک ہوتا متاثر ہوئے بنا واپس نہیں جاتا۔ اپنے تو بہر حال داد و تحسین سے نوازتے ہی تھے، اغیار بھی قرآنی آیات اور حدیثوں کی روایات سے مالامال آپ کے بیانات کو سن کر دم بخود رہ جاتے تھے۔ شرکائے اجلاس کا تاثر ہے کہ دوسرے علما تقریر سناتے اور آپ گویا تقریر پلاتے تھے۔

ایک بار "رانا دھول پور" نامی مقام پر آپ کا خطاب ہونا طے پایا۔ آپ کا شہرہ سن کر سیلاب کی طرح لوگ امنڈ پڑے، اس میں کچھ شر پسند لوگ بھی شرارت کی غرض سے شامل ہو گئے۔ جب انھوں نے آپ کی عالمانہ و فاضلانہ تقریر سنی تو ان کے قلوب کی ساری سیاہی دھل گئی اور جب آپ نے تقریر کے بعد فرمایا کہ "اگر کسی کو میری اس تقریر پر کوئی اعتراض ہو تو بیان کرے، میں ان شاء اللہ العزیز اس کو مطمئن کر دوں گا" یہ سن کر وہ سب لوگ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ "حضور اعتراض تو کچھ نہیں پر اتنی عرض ہے کہ ہم آئے تو فساد برپا کرنے کے لیے تھے، لیکن آپ کی تقریر نے ہماری آنکھیں کھول دی ہیں، اب اتنا کرم فرمائیے کہ ہمیں توبہ کرائیں اور آج شام اسی موضوع پر ہمارے محلے میں بھی بیان فرمائیں۔"

فتاویٰ نویسی: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی بے حد مصروفیات کے باوجود مراد آباد کے اطراف و جوانب اور ہند و بیرونِ ہند سے کثیر تعداد میں آپ کے پاس آئے ہوئے استفتا کے جوابات آپ بذاتِ خود تحریر فرماتے تھے۔ بفضلہ تعالیٰ فقہی جزئیات اس قدر مستحضر تھے کہ جوابات لکھنے کے لیے فقہی کتب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت بہت ہی کم پیش آتی، آپ کے شہزادے حضرت علامہ سید اختصاص الدین علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ میراث و فرائض کے فتوے کثرت سے آتے، مگر حضرت کو جواب لکھنے کے لیے کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

درس و تدریس اور جامعہ نعیمیہ کا قیام: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۲۸ھ میں اپنے ہی شہر مراد آباد میں مدرسہ انجمن اہلِ سنت جماعت کی بنیاد رکھی اور درس نظامی کی جملہ اعلیٰ تعلیم کا اس میں بندوبست فرمایا، پھر تقریباً ۲۴ر سال بعد ۱۳۵۲ھ میں آپ کے اسمِ مبارک کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس مدرسہ کا نام تبدیل کر کے جامعہ نعیمیہ کر دیا گیا، یہی وہ جامعہ نعیمیہ ہے جس سے زمانہ آج تک فیض پا رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ رہتی دنیا تک یہ سلسلہ جاری رہے گا، اس جامعہ کے وہ فارغین یقیناً بڑے خوش نصیب ہیں جنھوں نے اس کی چھت کے نیچے بذاتِ خود حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روبرو بیٹھ کر آپ سے قرآن و حدیث و فقہ کا درس لینے کی سعادت حاصل کی، کیوں کہ حضرت صدر الافاضل کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بہت ساری خوبیوں کا مالک بنایا تھا۔ علمِ توقیت جس کو علمِ ہیئت بھی کہتے ہیں، اس فن میں آپ کو خداداد مہارت حاصل تھی۔

صدر الافاضل کے مشاہیر تلامذہ: حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کے مشہور شاگردوں کی فہرست میں بڑے بڑے نام ور علما و فضلا اور فقہا کے اسماے گرامی شامل ہیں۔ حضرت علامہ سید ابو البرکات احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بانی دار

العلوم حزب الاحناف مرکزاولیا لاہور) مفسر قرآن سید ابوالحسنات محمد احمد اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (لاہور، پاکستان)، تاج العلما حضرت مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (کراچی)، مفسرِ شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (گجرات، پاکستان)، فقیہِ اعظم حضرت مفتی محمد نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (اوکاڑہ، پاکستان)، حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (لاہور)، حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی سنبھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بانی جامعہ نعیمیہ لاہور، پاکستان)، حضرت علامہ غلام قادر اشرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (لالہ موسیٰ، پاکستان)، علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی، بھاگلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد یو پی)، حضرت علامہ مولانا شیخ طریق اللہ نعیمی رشیدی بھاگل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد یوپی) آخر الذکر شیخ صاحب مجھ ناچیز کے مشفق اساتذہ میں سے ہیں، بہت عمدہ تقویٰ وطہارت کے مالک، ہمیشہ باوضو باعمامہ بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے، نام ونمود اور شہرت سے آپ کو بہت نفرت تھی، روحانی جلال ہر وقت آپ کے چہرے پر طاری رہتا، یہ آپ کی مبارک زندگی کا خاصہ تھا۔ میں اپنی اس کم عمری میں جن جن روحانی شخصیات کی ملاقات سے مشرف ہو کر اپنے آپ کو مطمئن پایا ہوں، اس میں سے ایک حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی ہے۔ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخلہ اور حضرت شیخ صاحب سے ملاقات نیز آپ کی سادہ زندگی، تقویٰ و پرہیز گاری، تہجد گزاری و شب بیداری، دولت دنیا و اہل دنیا سے بے نیازی، شہرت و مرتبہ اور ہر طرح کے لالچ وطمع سے دوری کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد میری دلی تمنا تھی کہ کاش مجھ گناہ گار کے سر پر حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مقدس ہاتھوں سے فضیلت کی دستار باندھتے، یہ تمنا میرے دل کے اندر پوشیدہ تھی، دستار بندی ہونے تک کسی کے سامنے میں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا، سالانہ جلسہ کی تقریب میں جیسے ہی طلبہ کے نام دستار بندی کے لیے اسٹیج پر پکارے گئے، اول نمبر پر شیخ صاحب نے ایک ہاتھ سے دستار پکڑی اور سیدھا ہاتھ میری پشت پر رکھ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا "آؤ بیٹا، سر پر دستار بندھوالو"۔

تصنیفات: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر کے ذریعہ دین متین کی تبلیغ واشاعت اور قوم وملت کی اصلاح کے لیے زمانہ طالب علمی سے ہی قلم پکڑ لیا تھا اور ملک کے مختلف رسائل وجرائد میں آپ کے مضامین چھپتے رہے، خصوصاً شہر کلکتہ سے جاری ہونے والے دو رسالے "الہلال" اور "البلاغ" نے آپ کے تحریر کردہ مضامین کو خوب شائع کیا۔ انہی ایام میں علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اٹھنے والے باطل اعتراضات کا دنداں شکن جواب دینے کے لیے ایک جامع کتاب لکھنے کا بیڑا اٹھایا، مگر چوں کہ طالب علمی کا دور تھا، وافر تعداد میں آپ کے پاس کتابیں تھیں نہ کوئی شہر میں کتب خانہ، کتابوں کے حوالہ جات کے لیے مراد آباد سے سفر کر کے آپ مصطفیٰ آباد (موجودہ رام پور یوپی) جاتے اور وہاں کے کتب خانہ سے حوالہ جات دیکھ کر آتے اور اپنی کتاب میں شامل فرماتے۔ اس طرح جب آپ کی عمر تقریباً بیس سال ہوئی، آپ کی دستار بندی کا جشن بھی منایا گیا اور آپ کی تصنیف کردہ پہلی کتاب بھی پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ آپ نے اس کا نام "الکلمة العلیا لاعلام علم المصطفیٰ"

جب آپ کی یہ کتاب شائع ہو کر بذریعہ حاجی محمد اشرف شاذلی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچی تو آپ نے اس کو ملاحظہ کر کے فرمایا "ماشاء اللہ، بڑی عمدہ نفیس کتاب ہے، یہ نو عمری اور اتنے احسن دلائل کے ساتھ اتنی بلند کتاب مصنف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔"

احسن طریقے سے قومِ مسلم کی اصلاح وتربیت کے لیے آپ نے ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں مراد آباد سے ماہ نامہ "السواد الاعظم" جاری فرمایا۔ علاوہ ازیں ذیل کی کتابیں آپ کی تحریری وتصنیفی یادگاریں ہیں۔

(۱) تفسیر خزائن العرفان (۲) نعیم البیان فی تفسیر القرآن (۳) الکلمة العلیا لاعلام علم المصطفیٰ (٤) اطیب البیان در رد تقوی الایمان (٥) اسواط العذاب علیٰ قوامع القباب (٦) آداب الاخیار (٧) سوانح کربلا (٨) سیرتِ صحابہ (٩) التحقیقات لدفع التلبیسات (١٠) ارشاد الانام فی محفل المولود والقیام (١١) کتاب العقائد (١٢) زاد الحرمین (١٣) الموالات (١٤) گلبنِ غریب نواز (١٥) شرح شرح مائة عامل (١٦) پراچین کال (١٧) شرح بخاری شریف [نامکمل غیر مطبوع] (١٨) شرح قطبی [نامکمل غیر مطبوع]۔

کنزالایمان کی اشاعت: صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی خاص نگرانی میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کے شہرۂ آفاق ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کی اولین اشاعت کی ذمہ داری اپنے سر لیا اور اس کی عمدہ وخوب صورت طباعت کے لیے آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں ذاتی پریس لگوایا اور اس قدر اہتمام کے ساتھ کنزالایمان کی کتابت اور جلد سازی کرائی کہ ان سارے کاموں کو انجام دینے والے جملہ افراد سنی صحیح العقیدہ مسلمان تھے اور کارگزاری کے جملہ اوقات میں باوضو رہتے

تھے۔ دنیا کے گوشے گوشے میں آج جہاں کہیں بھی کنزالایمان موجود ہے، یہ وہی کنزالایمان ہے جس کو صدر الافاضل نے بڑی محنت و کاوش اور بے حد محتاط انداز میں شائع کرایا۔ مزید سونے پر سہاگہ یہ کہ اس پر آپ نے تفسیری جامع حاشیہ خزائن العرفان کے نام سے قلم بند فرمایا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اس کو اتنی پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج جس گھر میں کنزالایمان ہے وہاں خزائن العرفان بھی ہے، گویا دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہو کر رہ گئے۔

صدر الافاضل کی اعلیٰ حضرت سے ملاقات: اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی عالمانہ، فاضلانہ اور محققانہ تصانیف و تالیفات سے غائبانہ طور پر مستفیض ہونے کی وجہ سے صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل میں اعلیٰ حضرت کی بے پناہ عقیدت و محبت پیدا ہو چکی تھی، اسی دوران ایک بد عقیدہ نے اعلیٰ حضرت کی شان میں گستاخیوں سے بھرپور ایک مضمون اخبار میں شائع کر دیا۔ صدر الافاضل نے جب اس مضمون کو پڑھا تو آپ کو سخت صدمہ لاحق ہوا، فی الفور اس کے رد میں ایک واضح مضمون اسی اخبار میں شائع کروایا۔ امامِ اہلِ سنت کو جب اس کا علم ہوا تو مراد آباد میں موجود اپنے ایک معتقد حاجی محمد اشرف شاذلی کو تحریر فرمایا کہ مولانا سید نعیم الدین صاحب کو ساتھ لے کر بریلی آئیں۔ پہلی بار کی ملاقات میں صدر الافاضل امامِ اہلِ سنت کی شفقت و محبت دیکھ کر ان کی ذاتِ ستودہ صفات کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اسیر بن کر رہ گئے۔ پھر متواتر ہر ماہ آپ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کرتے رہتے۔ آپ خود فرماتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانہ کے سفر کے لیے کبھی میرا بستر کھلا ہی نہیں، لازمی ہر پیر اور جمعرات کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جاتا تھا۔'' نیز ''صدر الافاضل'' کا لقب آپ کو اعلیٰ حضرت نے ہی عطا فرمایا، مزید لطف و عنایت یہ کہ بارگاہِ اعلیٰ حضرت سے آپ کو خلافت بھی عطا ہوئی۔

صدر الافاضل پر اعلیٰ حضرت کی وہ خاص عنایت تھی اور آپ کے علم و فضل پر اعلیٰ حضرت کو اتنا اعتماد تھا کہ فرقِ باطلہ اور معاندین و مخالفین سے گفتگو اور مناظروں میں اعلیٰ حضرت نے بارہا صدر الافاضل کو اپنا وکیلِ خاص بنایا۔

صدر الافاضل کا شمار اعلیٰ حضرت کے ممتاز خلفا میں ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت صدر الافاضل کی بڑی قدر فرماتے اور اپنے خاص مشوروں میں شامل فرماتے، ان کے دیے ہوئے مشوروں کو اعلیٰ حضرت خوشی خوشی قبول بھی فرماتے۔ ''الطّاری الدّاری'' کے مکمل شدہ مسودہ پر نظرِ ثانی کے لیے اعلیٰ حضرت نے صدر الافاضل سے فرمایا تو صدر الافاضل نے ان مسودات کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت سے درخواست کی کہ فلاں فلاں عبارت کو خارج کر دیا جائے، اعلیٰ حضرت نے بخوشی صدر الافاضل کے مشورہ کو قبول فرمایا اور کسی طرح کی چوں و چرا نہ فرمائی۔ صدر الافاضل بھی امامِ اہلِ سنت کے پند و نصائح اور مشوروں کا اس قدر احترام کرتے کہ اعلیٰ حضرت کی اجازت کے بغیر کبھی کوئی سفر اختیار نہ فرماتے۔

صدر الافاضل کے والد ماجد استاذ الشعرا حضرت مولانا سید معین الدین نزہتؔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اعلیٰ حضرت کے مرید تھے اور اعلیٰ حضرت سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔

چار دن شدتِ بخار میں مبتلا ہو کر کلمۂ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے ۸۰ر سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ ان کی وفات حسرت آیات کی خبر پا کر اعلیٰ حضرت نے ''کوہ بھوانی'' سے جو تعزیتی پیغام ارسال فرمایا، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، مولانا المبجل المکرم ذی المجد والکرم حامی السنن ماحی الفتن جعل کاسمه نعیم الدین: السلام علیکم ورحمة الله و برکاته، ان لله ما أخذ و ما اعطیٰ و کل شیء عنده باجل مسمی انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب و انما المحروم من حرم الثواب غفر الله المولانا معین الدین ورفع کتابه فی علیین و بیض وجهه یوم الدین والحقه بنبیه سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه و بارك وسلم علیه و علیٰ آله و ازواجه اجمعین واجمل صبر کم و اجزل اجرکم وجبر کسرکم ورفع قدرکم اٰمین.

ترجمہ: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو وہ عطا کرتا ہے اور جو واپس لے لیتا ہے، بے شک اس کے یہاں ہر شے کا وقت مقرر ہے، صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملتا ہے، اللہ تعالیٰ معین الدین کی مغفرت فرمائے، ان کے نامۂ اعمال کو علیین میں رکھے، بروزِ محشر ان کا چہرہ روشن فرمائے اور انھیں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف بخشے، اللہ تعالیٰ آپ کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل بخشے اور آپ کے ادھورے کاموں کو مکمل فرمائے اور آپ کو مزید عزت بخشے۔ آمین۔

مزید لکھتے ہیں: یہ پر ملال کارڈ روزِ عید آیا، میں نمازِ عید پڑھنے ''نینی تال'' گیا ہوا تھا۔ شب کو بے خواب رہا اور دن کو بے خور و خواب (کھائے اور سوئے بغیر) اور آتے جاتے ڈانڈی (ایک پہاڑی سواری کا نام) میں چودہ

میل کا سفر! دوسرے دن بعد نمازِ صبح سو رہا، سو کر اٹھا تو یہ کارڈ پایا، اسی روز سے مولانا مرحوم کا نام تابقاے حیات ان شاء اللہ تعالیٰ روز ایصالِ ثواب کے لیے داخلِ وظیفہ کرلیا۔ وہ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت اچھے گئے، مگر دنیا میں ان سے ملنے کی حسرت رہ گئی، مولا تعالیٰ آخرت میں زیرِ لوائے سرکار غوثیت ملائے۔ آمین۔ اللّٰھم و آمین۔

یک شہادت وفات در رمضان — مرگِ جمعہ شہادتِ دگر ست
مرض تپ شہادت سوئیں — بہر ہر سہ شہادتِ خبر ست
در مزارست چشم وا یعنی — پئے دیدارِ یار منتظر ست
مردہ ہرگز نہ معین الدین
کہ تُرا چوں نعیم دیں پسرست

یعنی رمضان میں مرنا شہادت کی ایک قسم ہے، جمعہ کے دن مرنا شہادت کی دوسری قسم ہے، بخار میں مرنا شہادت کی تیسری قسم ہے، ان تینوں شہادتوں کا ذکر حدیث میں موجود ہے، مزار میں بھی آنکھ کھلی ہے، اس لیے کہ دیدارِ یار کے منتظر ہیں، معین الدین (آپ) ہرگز مردہ نہیں، اس لیے کہ آپ کا بیٹا نعیم الدین جیسا ہے۔

صدر الافاضل کے سفرِ آخرت کے آثار: حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمر کے آخری حصہ میں بیمار رہنے لگے تھے، شوگر کا مرض لاحق ہوگیا تھا، اس لیے آپ امامت کرانے سے رک گئے، لیکن اقتدا میں نمازِ باجماعت ادا فرماتے۔ احتیاط کا عالم یہ تھا کہ آپ کے چہیتے شاگرد اور خلیفہ حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "ان دنوں (مرضِ ایام میں) مسجد میں نمازِ باجماعت کے لیے مجھی سے فرماتے تھے۔ اگرچہ میری قراءت قرآن کی تصحیح میرے والد صاحب نے شروع ہی میں کرادی، پھر قواعد تجوید بھی سیکھے تھے، لیکن صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے باوجود راتوں کو مشق کرا کر میری قراءت کی تصحیح کرائی، جب آپ کی نظر میں میری قراءت درست ہوئی تو مجھے آگے بڑھایا۔

"میرا انتظار ہے اب میں جا رہا ہوں": حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقالِ پرملال سے قبل حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شان بقعۂ نور کمرہ ہے، چاروں طرف قالین پر گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک طرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک طرف حضرت سیدنا ابوہریرہ و دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تکیہ لگائے رونق افروز ہیں، آخر میں ایک کونے پر ایک نشست خالی ہے، کمرے کے دروازے پر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں کہ ایک طرف سے سفید عمامہ شریف باندھے سفید ململ کی اچکن پہنے حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آ رہے ہیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تمھاری نشست اندر خالی ہے، آپ نے عرض کی: میرے لیے یہی بڑی سعادت ہے کہ جوتیوں میں جگہ مل جائے، مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے، حضرت یہ کہہ کر اندر داخل ہوگئے: "الأمر فوق الأدب" (حکم ادب پر فوقیت رکھتا ہے)، اس خالی نشست میں آپ کو لے جا کر بیٹھا دیا گیا، آپ ابھی پورے بیٹھے بھی نہیں تھے کہ کسی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی، صبح میں نے حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا، یہ سن کر حضرت کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل آئے، فرمایا: "میرا انتظار ہے، اب میں جا رہا ہوں، یہی اس کی تعبیر ہے"۔ اس کے بعد آپ نے اپنی غیر منقولہ جائداد کو اپنے چاروں صاحب زادوں کو منتقل فرمایا، منقولہ جائداد تقسیم کیا، صرف آٹھ سو روپے اپنی تجہیز و تکفین اور علاج وغیرہ کے لیے باقی رکھا۔

مفتی صاحب کا بیان ہے کہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معمول تھا کہ اٹھتے بیٹھتے "حسبنا اللہ و نعم الوکیل، نعم المولیٰ و نعم النصیر" پڑھتے تھے، لیکن جوں جوں علالت نے شدت پکڑی، یہ شوق مزید بڑھ گیا۔ اپنی وفات سے کچھ ایام قبل کلمۂ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ پڑھتے رہتے تھے، ایک روز مجھ سے فرمایا: "شاہ جی! گواہ رہنا جب مجھے افاقہ ہوتا ہے تو میں کلمۂ شہادت پڑھتا ہوں" غالباً یہ "انتم شھداء اللہ فی الارض" (تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو) کے ماتحت عمل فرمایا گیا، ورنہ کہاں میں اور کہاں اس بقعۂ نور کے لیے شہادت۔

وقتِ وفات: مفتی صاحب کا بیان ہے کہ رات گیارہ بجے کا وقت تھا، صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی سہ دری کے تینوں دروازے بند کرا دیے، کمرے میں میرے اور حضرت کے سوا کوئی نہ تھا، تھوڑی دیر مجھ سے گفتگو فرمائی، اس کے بعد آپ خاموش ہوگئے۔ تقریباً گیارہ بج کر تیس منٹ پر فرمایا، پنکھا کھول دو، میں نے کھول دیا، پھر فرمایا کہ کم کردو، میں نے اس کی رفتار ۳ نمبر پر کردی، پھر فرمایا کہ اور کم کردو، میں نے ۲ نمبر رفتار کردی، کچھ وقفہ کے بعد فرمایا اور کم کردو، اب میں نے پنکھے کا رخ دیوار کی طرف کر دیا، کچھ وقفہ کے بعد فرمایا، بند کردو، اس کے بعد فرمانے لگے، میرا بازو دباؤ۔

(باقی، ص: ۴۸ پر)

فکر و نظر

سوشل میڈیا کے بڑھتے رجحانات

اثرات و نتائج

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

اگست ۲۰۱۸ء کا عنوان	خانقاہوں سے کتابوں کی جدید اشاعت: ایک جائزہ
ستمبر ۲۰۱۸ء کا عنوان	واقعۂ کربلا اور اس کے دینی و عصری مطالبات

سوشل میڈیا کا غلط استعمال: چند غور طلب پہلو

از: محسن رضا ضیائی، mohsinrazaziyai@gmail.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم ایک ترقی یافتہ دور سے گزر رہے ہیں، جس کی ایجادات و ترقیات سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔ ان گنت ایجادات و انکشافات اور انقلابات اس صدی کے عروج و ارتقا کے ضامن بن چکے ہیں۔ گوناگوں تبدیلیاں اور نت نیے تجربات رونما ہوئے ہیں۔ اس دور کی سب سے بڑی ترقی جدید ٹیکنالوجی کی شکل میں معرضِ وجود میں آئی۔ ٹیکنالوجی نے بیسویں صدی کے اواخر اور اکیسویں صدی کے اوائل میں ہونے والی ترقیوں اور تبدیلیوں میں ایک اہم اور کلیدی رول ادا کیا ہے۔

اسی ٹیکنالوجی کی مدد سے چلنے والا "انٹرنیٹ سوشل میڈیا" زمانے پر پورے طور اثر انداز ہو چکا ہے۔ اس کے وسائل و ذرائع دنیا کے کونے کونے تک پھیل چکے ہیں۔ اس نے انٹرنیٹ صارفین کو اپنا ایسا دیوانہ بنا ڈالا کہ اب اس سے ان کا نجات پانا بے حد مشکل ہو گیا ہے۔ اس سوشل میڈیا سے مراد انٹرنیٹ بلاگز، سماجی روابط کی ویب سائٹس، موبائل ایس ایم ایس اور اس سے جڑی اور بھی دیگر سائٹس ہیں، جو سوشل میڈیا کے زمرے میں آتی ہیں۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا آج لوگوں سے اظہارِ رائے، تبادلۂ خیال، وڈیوز اور تصاویر ایک دوسرے تک پہنچانے اور روابط و تعلقات استوار کرنے کا ایک موثر ترین ذریعہ بھی ثابت ہوا ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ان ہی چیزوں کی وجہ سے اس کی عالمی مقبولیت و شہرت میں بڑی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ سوشل میڈیا نے پوری دنیا کے فاصلوں کو ختم کر کے ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ خطوط و پیغامات کے ارسال و ترسیل میں جہاں کئی کئی ایام اور ماہ لگ جاتے تھے، اب وہیں سوشل میڈیا سے ارسال کردہ مواد چند ہی سیکنڈوں میں دوسروں تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی سرعت و تیزی اور برق رفتاری کی وجہ سے سوشل میڈیا کو حیرت انگیز نگاہوں سے دیکھا جا رہا ہے۔ اس طور پر دیکھا جائے تو سوشل میڈیا کی ایجاد سے اس دوڑ بھاگ بھری زندگی میں انسانوں کے لیے کافی سہولتیں اور آسانیاں پیدا ہو گئیں۔ سوشل میڈیا آج وقت کی ایک اہم ترین ضرورت بھی بن چکا ہے اور ہلاکتوں و تباہیوں کا بہت بڑا ذریعہ بھی۔ سماج میں سب سے زیادہ جن سائٹس کا استعمال کیا جا رہا ہے، ان میں خاص طور پر قابلِ ذکر واٹس ایپ، فیس بک، ٹویٹر، گوگل پلس، انسٹاگرام، یوٹیوب اور لنکڈان وغیرہ ہیں، جنہوں نے انسانی معاشرے پر بہت زیادہ تباہی مچا رکھی ہیں، لوگوں کو ان کی حقیقی زندگی بھلا کر ایک تصوراتی دنیا میں گم کر دیا ہے، صحتِ انسانی پر بھی ان کے مضر اثرات اس قدر مرتب ہو رہے ہیں کہ جن سے انسانی جسم کھوکھلا ہوتا جا رہا ہے۔

سوشل میڈیاآج پوری دنیا کے لوگوں کی دل چسپی کابھی مرکز ومحور بھی بن چکاہے، اس کے استعمال کنندگان دیگر، علمی، ملی، سماجی اور معاشی سرگرمیوں سے بھی بہت الگ تھلگ اوردور ہو چکے ہیں۔یہاں تک کہ انہیں اپنی طبعی وجسمانی صحت اور رشتوں کابھی بھرپور خیال نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ سائنس داں اور مفکرین صحت انسانی ، عوامی تعلقات وروابط اوران کے میل ملاپ کولے کربہت زیادہ فکر مند ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ اس کا کثرتِ استعمال صحتِ انسانی پر گہرے طور پراثر انداز ہورہاہے اور انسانوں کے مابین جوروابط وتعلقات ہیں،ان میں کثرت سے دراڑیں پیدا ہورہی ہیں۔سوشل میڈیانے انسانوں کے رشتوں کو اس طرح مسمار کرکے رکھ دیاہے کہ ایک انسان، دوسرے انسان سے قریب رہنے کے باوجود کوسوں دور ہوچکاہے۔

خیال رہے کہ جہاں اس کے کئی ایک فوائد ہیں،وہیں اس کے بے شمار نقصانات بھی ہیں۔کراچی کے اردو پوائنٹ اخبار تازہ میں ایک خبر شائع ہوئی، جس میں یہ کہا گیاکہ:"سوشل میڈیا کا استعمال صارفین پر گہرے اثرات مرتب کررہاہے"۔صارفین کی صحت اور نفسانیت پر سوشل میڈیا کے اثرات کے موضوع پر ہونے والی ایک حالیہ تحقیق میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ یہ لوگوں کوسماجی میل ملاپ سے دور کررہاہے۔امریکی ماہرینِ نفسیات کاکہنا ہے کہ ٹویٹراور فیس بک جیسی سماجی رابطوں کی ویب سائٹس کی وجہ سے زیادہ تعداد میں لوگ تنہائی محسوس کررہے ہیں۔ماہرین کے مطابق ایک دن میں دو گھنٹے سے زیادہ سوشل میڈیاکے استعمال سے ایک فرد میں سماج سے الگ تھلگ ہونے کے امکانات دگنے ہوسکتے ہیں"۔

ایک دور وہ تھا جب انسانی روابط اوراحوال واخبار کے لیے خطوط وپیغامات کااستعمال کیا جاتا تھا، جنہیں انسانی ملاقاتوں کا آدھا درجہ بھی حاصل تھا، خطوط جاذب نظر، پرکشش اور پر لطف ہواکرتے تھے، جویک لخت دل کو چھوجاتے تھے۔لیکن اب خطوط وپیغامات کی جگہ سوشل میڈیا نے لے لیاہے، جس نے سماجی، خاندانی اور عوامی میل ملاپ کا جنازہ نکال کررکھ دیاہے۔

آج سماج کا تقریبًا ہر شخص انٹر نیٹ سوشل میڈیا سے کسی نہ کسی طرح جوڑا ہواہے، جواپنی دل چسپی کے لحاظ سے اس پر متحرک وفعال ہے۔دنیا بھر میں ہونے والے واقعات وحادثات اور مختلف مقامات پر رونما ہونے والے علمی، تہذیبی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی انقلابات سے نہ صرف باخبر رہتا ہے، بل کہ اس میں خاصی دل چسپی بھی لیتا ہے اور اپنے افکاروآرابھی پیش کرتا ہے۔گویا منٹوں اور سیکنڈوں میں پوری دنیاکے احوال وکوائف سے آگاہی حاصل کرلیتاہے۔پوری دنیاکو اپنا متوالابنادینے والے سوشل میڈیاکے صارفین کی تعداد کااندازہ آپ حال ہی میں امریکہ سے جاری کردہ ایک تحقیقی رپورٹ سے لگاسکتے ہیں، جس میں کہاگیاکہ صرف فیس بک صارفین کی تعداد پوری دنیا میں ۰۰، ۰۰۰، ۹۶۸، ا ہے۔اس کے علاوہ واٹس ایپ استعمال کرنے والے بھی کچھ پیچھے نہیں ہیں بل کہ ان کی بھی تعداد '۰۰۰، ۰۰۰، ۲۰۰، ا ہے۔ان کے علاوہ اور بھی دیگر سماجی رابطے کی سائٹس ہیں جن کے صارفین کی تعداد بھی لاکھوں میں ہیں۔

اب یہاں دیگر اقوام وملل پر تبصرہ نہ کرتے ہوئے، انٹرنیٹ سوشل میڈیاکے حوالے سے مسلم معاشرے کے موجودہ حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں، جس سے معلوم ہوسکے کہ ہمارے سماج میں جوبرائیاں اور بے حیائیاں درآئی ہیں، اس میں سوشل میڈیا کاکیا کردار رہاہے۔

اگر دیکھا جائے تواس کے کئی ایک پہلو ہیں، جس سے مسلم معاشرہ میں تباہی وبربادی اس کامقدر بنتی جارہی ہے۔جس سے اخلاقی قدریں اور سماجی رشتے پامال ہوتے جارہے ہیں۔بے حیائیاں اور برائیاں حد درجہ بڑھتے جارہی ہیں۔اس کے بکثرت استعمال کے سبب تعلیمی زوال، اخلاقی گراوٹ اور معاشرتی برائی ایک بہت بڑاالمیہ بنتے جارہی ہے، جائزوناجائز کی تمیز بھی مفقود ہوتی جارہی ہے۔خیر اس کے کئی ایک پہلو ہیں، تاہم ان میں سے چند پہلووں کو یہاں سپرد قلم کیا جارہاہے۔

☆ان پہلووں میں سے ایک تو یہ ہے کہ مسلم سماج کا آج بہت بڑا طبقہ سوشل میڈیا کا ایسا دیوانہ ہوچکاہے، جن کے شب روز اسی کے نذر ہورہے ہیں، اس میں کیا جوان کیا بوڑھے، کیا بچے اور کیا خواتین سبھی برابر کے شریک وسہیم ہیں۔لیکن سب سے زیادہ نوجوان طبقہ متاثر ہواہے۔گویا مسلم معاشرے میں سوشل میڈیاکے سبب ان گنت برائیاں جنم لے رہی ہیں۔بداخلاقیاں عام ہورہی ہیں۔قوم کے چھوٹے چھوٹے بچے اس لعنتی برائی کا حصہ بنتے جارہے ہیں۔

☆سوشل میڈیا کا ایک بھیانک اور خطرناک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ ہونے والے نقصانات میں سے ایک عظیم نقصان یہ ہورہاہے کہ اسکول، کالجز، یونی ورسیٹیز اور مدرسے کے طلبہ تعلیم سے دور ہوتے جارہے ہیں، کتابوں سے عدمِ توجہی اور مطالعے سے بے رغبتی کے شکار ہوتے جارہے ہیں۔سوشل میڈیا پر اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے کو محبوب

مشغلہ تصور کر رہے ہیں۔ فحش و عریاں ویڈیو اور تصاویر دیکھ کر بد عمل اور بداخلاق ہوتے جا رہے ہیں، زیادہ تر وقت لایعنی چیٹینگ اور عشقیہ و مزاحیہ گفتگو میں صرف کر رہے ہیں۔ نوجوان رذیل حرکات اور شنیع اعمال وافعال کے عادی بنتے جا رہے ہیں۔

بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ اب تو درسگاہوں اور اساتذہ کے احترام وادب کی جگہ بھی سوشل میڈیا نے لے لیا ہے۔ یہ وہ برائیاں ہیں جن سے نسلِ نو کا مستقبل تاریک اور بھیانک ہوتا جا رہا ہے، جس پر والدین اور سرپرست حضرات کو غور کرنے اور اس کا کوئی تدارک وحل تلاش کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ ورنہ تو آنے والے دنوں میں پورا معاشرہ اس قدر تباہی وبربادی کے گھڑے میں جا گرے گا، جسے بچانا بے حد مشکل ہو جائے گا۔ ابھی بھی وقت ہے کہ اپنی نسل نو کا مستقبل تباہ ہونے سے بچا لیا جائے ورنہ بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

☆سب سے زیادہ غور طلب پہلو یہ ہے کہ ہمارے مرد و خواتین حضرات سوشل میڈیا پر گپ شپ اور چیٹینگ وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں، اور یہ سلسلہ ہر روز رات دیر گئے تک چلتا رہتا ہے۔ والدین بچوں کے ہاتھوں میں بھی قیمتی اسمارٹ اور اینڈرائڈ موبائل فون دے کر ان کی ذہنی ونفسیاتی تربیت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ یہیں اسمارٹ فون بچوں کے نفسیات پر گہرے طور پر زہریلے وائرس چھوڑ رہا ہے، جس کے سبب بچے طرح طرح کے ذہنی ونفسیاتی امراض میں مبتلا ہو رہے ہیں، ان کی صحت وتندرستی پر بھی اس کے مضر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ والدین کی اس طرح کی رذیل حرکتوں سے اولاد کا روشن مستقبل تاریک ہوتا جا رہا ہے، وہ والدین کی شفقتوں اور محبتوں سے بھی محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ بہت افسوس ہوتا ہے کہ جن کے ذمہ اپنے بچوں کے روشن مستقبل کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر لانا ہے وہیں ان کے خوابوں کا بے دردی سے قتل کر رہے ہیں۔ حالاں کہ انہیں تو چاہیے کہ وہ بجز اس کے اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت پر کامل توجہ دیں، ایک صالح معاشرہ کی تشکیل کریں اور اپنی اولاد کے روشن خوابوں کو شرمندۂ تعبیر لائیں۔ والدین اور سرپرست حضرات کو اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا یہ فرمان نہیں بھولنا چاہیے جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا:

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ" [صحیح البخاری ۲/۵]

ترجمہ: "یعنی تم میں سے ہر شخص حکمراں ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا"۔

والدین کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی بہترین انداز اور اسلامی ماحول میں اصلاح وتربیت کریں، انہیں عمدہ طور پر تعلیم ونصیحت کریں، ہر ہر قدم پر ان رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں، ان کی ذہنی ونفسیاتی تربیت پر کامل طور پر توجہ دیں۔ انہیں موبائل فون خاص طور سے انٹرنیٹ کی سہولیات والے موبائل فون سے دور رکھیں، جس سے نہ صرف ان کا ذہنی ودماغی توازن برقرار رہے گا، بل کہ ان کا ذہن ودماغ خرافات اور غلط اثرات سے پاک رہے گا۔

☆سوشل میڈیا کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ محض تفریحِ طبع کا سامان ہے، تضیع اوقات کا ایک کھلونا ہے۔ ذہنی ونفسیاتی بیماریوں کا موجب اور مختلف امراض میں مبتلا کرنے کا ایک زہریلا وائرس ہے۔ اسی طرح اخلاق سوز اور غارت گر عمل بھی ہے۔ لہذا سوشل میڈیا کے اس تعفن زدہ ماحول سے معاشرے کو بچانا نہایت ہی ضروری ہو گیا ہے، کیوں کہ مغرب کی اس چکا چوند سوشل میڈیا نے انسان کو انسانیت کی بلندی سے حیوانیت کی پستی کی طرف ڈھکیل دیا ہے۔ اس کو اخلاق وشرافت کے حدود سے باہر کر کے بے حیائی وفحاشی کے دلدل میں لاکھڑا کیا ہے۔ اس کی عزت وناموس کی دھجیاں بکھیر کر ذلت ورسوائی کے سرے پر ڈال دیا ہے۔ اس کو دین سے بے گانہ کر کے اس دنیا کا متوالا بنا دیا ہے، اس کے قیمتی اوقات ولمحات کو ضائع کر دینے میں بہت بڑا رول ادا کیا ہے۔ یہی نہیں بل کہ مسلم معاشرے سے اخلاقی اقدار اور معاشرتی روایات کا یکسر طور پر جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔ اسی طرح سوشل میڈیا پر گمراہ کن پوسٹس، فحش تصاویر اور پورن گرافکس نے بھی سوشل میڈیا کے صارفین کے ایمان کو متزلزل، عقیدے کو کمزور اور عمل وکردار کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ لہذا انٹرنیٹ صارفین کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ سائٹس کا جائز طور پر استعمال کریں، اور اپنے ایمان واعتقاد کو تباہ وبرباد ہونے سے بچائیں، کیوں کہ یہ جہاں مضر اور موجب ہلاکت ہے، وہیں مفید اور نفع بخش بھی ہے، جس سے اپنے جائز مقاصد کے لیے اور دین کی اشاعت وتبلیغ کے لیے بے انتہا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

☆سوشل میڈیا کا سب سے اہم اور نفع بخش پہلو یہ ہے کہ موجودہ دور میں یہ دعوت وتبلیغ کا ایک موثر ترین ذریعہ بھی ہے، عالمی سطح پر اپنی آواز پہنچانے کا آلہ بھی ہے، مخالفین اسلام کے احوال وافکار سے واقفیت اور ان کے افکار ونظریات سے قوم مسلم کو بچانے کا ایک مستحکم پلیٹ فارم بھی ہے، اغیار کی سازشوں اور منصوبوں کو ناکام بنانے کا ہتھیار بھی ہے، اور

ہمارے لیے اس پر سب سے اہم چیز یہ ہے کہ اس کے ذریعے اسلامی تعلیمات و ہدایات، شرعی احکام و مسائل اور دینی و مذہبی سرگرمیوں کی تشہیر و ترسیل کا فریضہ بحسن و خوبی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ آج اسی کا غلط استعمال کرکے انتہا پسند، دہشت گرد عناصر اور باطل جماعتیں عالمی سطح پر اسلام کی غلط تشریح و تعبیر پیش کر رہے ہیں، جس سے اسلام و مسلمین کی شبیہ خراب ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ عصر حاضر کا نومولود فرقہ جس کا نام استشراق اور اس کے متبعین کا نام مستشرقین ہے، اس فرقے کی بنیاد تحقیق و تدقیق اور تحریف و تخریب پر مبنی ہے، ان کا مقصد بھی مذہب اسلام کا کثیر مطالعہ کرکے لیٹریچرز اور کتب و رسائل لکھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر بے بنیاد الزامات و اتہامات عائد کرنا اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کو مسخ کرنا ہے۔ قادیانیت بھی سوشل میڈیا سے فائدہ اٹھانے میں کسی سے پیچھے نہیں ہے، وہ بھی واٹس ایپ، فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام اور یوٹیوب کا ناجائز طریقے سے استعمال کرکے نوجوان نسل کے قلوب و اذہان سے عشق رسول ﷺ کو نکال کر ان کے اندر ضلالت کے بیج بو رہی ہے۔

گویا جتنی بھی اسلام دشمن طاقتیں ہیں، وہ سوشل میڈیا پر مستعد و سرگرم عمل ہیں، جو کھلے طور پر اسلام و مسلمین کے خلاف محاذ آرائی کر رہی ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسا کر ان کا ایمان و اعتقاد تباہ و برباد کر رہی ہیں۔

ایسے سنگین اور پر فتن حالات میں ان لوگوں کی ذمہ داریاں کچھ اس طرح بڑھ جاتی ہیں، جو انٹرنیٹ سوشل میڈیا پر زیادہ وقت گزارتے ہیں، خواہ ان میں علما، ائمہ اور مفتیان کرام ہوں یا پھر دانشوران قوم و ملت، سب کو چاہیے کہ وہ بھی سوشل میڈیا کا جائز اور مستحسن طریقے سے استعمال کرکے اسلام دشمن طاقتوں اور بد مذہبوں کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات و سوالات کا قرآن و احادیث کے روشنی میں مدلل و مبرہن جواب دیں اور نوجوان نسل کو بدمذہب و بد عقیدہ ہونے سے بچائیں، سوشل میڈیا کے ذریعے بے راہ روی کے شکار لوگوں تک دین کی دعوت و تبلیغ پیش کریں، لوگوں کو اس کے غلط استعمال سے بچانے کے لیے مہمیں چلائیں اور حکومت سے بھی فحش اور عریاں ویب سائٹس پر پابندی کا پر زور مطالبہ کریں۔ امید ہے، اس طرح کی کوششیں کارگر ثابت ہوں گی اور سماج و معاشرے سے عملی، فکری، اخلاقی اور اعتقادی برائیوں کا خاتمہ ہوگا۔

☆☆☆

سوشل میڈیا استعمال کرنے کے آداب

از: خالد تسنیم مدنی

آج سوشل میڈیا کا استعمال کثرت سے ہو رہا ہے، اس کے مثبت استعمال میں کوئی حرج نہیں لیکن شرط یہ ہے مندرجہ ذیل اصول و آداب کے تحت ہی اس کا استعمال کیا جائے۔

☆کسی بھی قرآنی آیت کو Confirm کیے بغیر Share نہ کریں:

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ-اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ.

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بیشک ظالم فلاح نہ پائیں گے۔ (سورۃ الانعام۔۲۱)

☆اسی طرح کوئی بھی حدیث پاک دوسروں کو Send نہ کریں جب تک اس کا حدیث ہونا Confirm نہ ہو جائے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو شخص میرے نام سے وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۰۹)

☆ایسے ہی کسی صحابی کے قول کو Confirm کیے بغیر Share نہ کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔ (سورۃ الحجرات۔۶)

☆اگر آپ کچھ بننا چاہتے ہیں یا اپنے آپ میں مثبت تبدیلی لانا چاہتے ہیں تو پھر یہ مقصد Social Media پر Comments

کرنے سے نہیں بلکہ Commandments کرنے سے پورا ہوگا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

بیشک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔(سورۃ الرعد:۱۱)

☆بعض Jokes (چٹکلے) کفر پر مشتمل ہوتے ہیں بالخصوص جن میں جنت، فرشتے یا شعار اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے (معاذ اللہ) ان کو ہرگز ہرگز Share نہ کریں۔ کیونکہ شعار اسلام کے ساتھ استہزا کفر ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے بہکادیں اور انہیں ہنسی مذاق بنالیں ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ (سورۃ لقمان ٦)

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ.

اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔(سورۃ المائدۃ ۲)

☆آپ کو کسی حوالے سے شرعی رہنمائی چاہیے تو Internet پر خود Research کرنے کی بجائے کسی مستند عالم دین سے پوچھیں کیونکہ Internet پر اسلامی لبادہ اوڑھ کر غیر اسلامی مواد کی بھرمار ہے جس سے گمراہی کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

(سورۃ النحل۔۴۳)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَلَا يَنبَغِي للجاهل أَن يسكت عَن جهله.

اور جاہل کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنی جہالت پر خاموش رہے۔(تفسیر در منثور ج۵ ص ۱۳۳)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ألا سألوا إذْ لم يعلموا، فإنما شِفاءُ العِيِّ السُّؤالُ

جب انہیں معلوم نہ تھا تو انہوں نے پوچھا کیوں نہیں؟ کیونکہ بیماری جہالت کی شفاء سوال کرنا (پوچھنا) ہے۔

(سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:۳۳۶)

☆گروپ میں اگر کوئی مستند عالم دین یا مفتی صاحب ہوں تو ان کا یہ منصبی فریضہ ہے کہ حسب استطاعت عوام کی شرعی رہنمائی فرمائیں اور بالخصوص غیر اسلامی Posts کی نشاندہی کرکے تردید بھی کرتے رہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور تم میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں۔

(سورۃ آل عمران:۱۰۴)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.

تم میں سے جو برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان کے ذریعے روکے، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۹)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَنبَغِي للعَالم أَن يسكت عَن علمه.

عالم کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے علم پر خاموش رہے۔

(تفسیر در منثور ج۵ ص ۱۳۳)

☆گروپ میں اگر کوئی آپ سے دینی مسئلہ پوچھے، اور آپ عالم یا مفتی نہیں ہیں تو خود بخود ہرگز قیاس آرائیاں نہ کریں بلکہ کسی مستند عالم دین یا مفتی صاحب سے پوچھ کر بتائیں یا ان سے رابطہ کروادیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ

اور تمھاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لیے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ

باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ (سورہ نحل، آیت:۱۱۶)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أُفْتِيَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلَى مَنْ أَفْتَاهُ

جس کو بغیر علم کے فتوی دیا گیا تو اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہے۔ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۶۵۷)

اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

(سورۃ النحل۔ ۴۳)

☆کوئی شرعی مسئلہ درپیش ہو تو سوشل میڈیا پر فقط نام کے "اسلامی گروپ" میں پوچھنے کی بجائے کسی مستند و معتمد مفتی یا عالم دین سے رابطہ کریں، یاد رہے یہاں پر سوشل میڈیا والے مفتی مراد نہیں ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا.

اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھالے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ (پختہ کار علماء کو موت دے کر) علم کو اٹھائے گا۔ حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوالات کیے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ اس لیے خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۰۰)

☆گروپ میں اگر کچھ ارسال کرنا ہے تو اچھی بات یا اچھا مواد Share کیجیے، کیونکہ وہ آپ کے لیے ثواب جاریہ بن جائے گا، ورنہ خاموشی کے ساتھ فقط گروپ سے استفادہ کرتے رہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ.

جو کوئی اسلام میں اچھی بات رائج کرے تو اس کا اجر اسی کے لیے ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس اچھی بات پر عمل کریں گے ان کے ثواب میں کمی کیے بغیر اس رائج کرنے والے شخص بھی ثواب ملے گا۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۱۷)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.

اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۰۱۸)

انسان کی فطرت یہ ہے کہ جب کسی اچھے آدمی کے بارے میں کوئی بھی بری بات کہی جائے، خواہ وہ کتنی ہی ناقابل اعتبار ہو تو لوگ اس کا آنکھ بند کر کے یقین کر لیتے ہیں، جس کی کھلی مثال کتب احادیث میں واقعہ جریج ہے۔

☆اس لیے کوئی بھی فوٹوشاپ کی ہوئی تصویر اور مشہور شخصیات کی تصاویر لگا کر ان سے منسوب من گھڑت اقوال و بیانات Share کرنے سے اجتناب کریں۔

چنانچہ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.

بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (سورۃ النور۔ ۱۹)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ.

کسی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے کر دے۔ (صحیح المسلم رقم الحدیث ۴)

☆فحاشی یا بے حیائی پر مشتمل پیغامات یا تصاویر ہرگز ارسال نہ کریں ورنہ یہ آپ کے لیے گناہ جاریہ کا سبب بن سکتا ہے یعنی جب تک ان کو دیکھ کر گناہ کیا جائے گا آپ کو بھی اس کا گناہ ملے گا۔

چنانچہ اللہ تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ.

آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں

گے۔(سورۃ یٰسٓ ۶۵)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

جو کوئی اسلام میں بری بات یا برا طریقہ رائج کرے تو اس کا گناہ اسی پر ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس برے طریقے پر عمل کریں گے ان کے گناہ میں کمی کئے بغیر اس رائج کرنے والے شخص بھی گناہ ہوگا۔

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۰۱۷)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَعَنَ اللهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ.

اللہ تعالیٰ لعنت کرے (بلا ضرورت اجنبی عورت کو) دیکھنے والے پر اور اس عورت پر جو (بلا ضرورت اپنا آپ اجنبی مرد پر ظاہر کرتے ہوئے) دیکھی جائے۔(شعب الایمان رقم الحدیث ۷۳۹۹)

☆ بعض Short Clips بظاہر اسلامی ہوتے ہیں مگر unfortunately اس کے Background یا Intro میں Music ہوتا ہے جس کا سننا حرام ہے اور ہم لاعلمی، بے توجہی یا لاپرواہی کی وجہ سے اسے دیکھ یا سن کر Forward بھی کر دیتے ہیں اور یوں شیطان ہم سے نیکی کا جھانسا دے کر گناہ کا ارتکاب کرواتا ہے

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

تم فرماؤ، میرے رب نے تو ظاہری باطنی بے حیائیاں اور گناہ اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے۔(سورۃ الاعراف، آیت:۳۳)

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ.

اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں تاکہ بغیر سمجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔(سورۃ لقمان ۶)

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔(سورۃ المائدہ ۲)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيَّ أَوْ حُرِّمَ الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْكُوبَةُ

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر شراب، جوا اور طبلہ (آلات موسیقی) کو حرام کر دیا ہے۔(سنن ابی داود رقم الحدیث ۳۶۹۶)

☆ اپنی نگاہ کی حفاظت ہر وقت لازم ہے مگر سوشل میڈیا استعمال کرتے ہوئے بہت ہی زیادہ احتیاط کی حاجت ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ.

مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔

(سورۃ النور ۳۰)

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ.

اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔(سورۃ المومن ۱۹)

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا.

بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔(سورۃ بنی اسرائیل ۳۶)

☆ کوئی بھی سنسنی خبر، تشدد سے بھرپور مناظر اور دل ہلا دینے والی انسانی اعضا کی قطع و برید والی تصاویر اگرچہ حقیقت پر مبنی ہو اس کو بغیر حاجت شدیدہ شیئر کرنے سے اجتناب کریں، کیونکہ اس سے Public میں خوف و ہراس پھیلے گا اور یہ مناظر عام Viewer پر کوئی نفسیاتی اثرات بھی مرتب کر سکتے ہیں، البتہ متعلقہ افراد اور Local Authorities کو Send کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا، وَلَا تُنَفِّرُوا.

آسانی پیدا کرو، اور تنگی نہ کرو، خوشخبری سناؤ، اور آپس میں نفرت پیدا نہ کرو۔(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۹)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ آذیٰ مُسْلِمًا فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَی اللهَ.

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

(المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۳۶۰۷)

☆براہ کرم گڈ نائٹ، گڈ مارننگ، ہپی نیو ایئر، ہائے، ہیلو۔ اور دیگر عمومی میسیج کے ذریعے اپنا اور دیگر افراد کا وقت ضائع مت کریں، کیونکہ وقت اور فرصت بھی ایک نعمت ہے جس کے بارے پوچھا جائے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ

پھر بیشک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ (سورۃ التکاثر ۸)

☆کسی کو بھی Message یا comment کرنے سے پہلے بہت اچھی طرح سوچ لینا چاہیے کہ کہیں میرا یہ Message یا Comment اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بن کر آخرت نہ برباد کر دے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ.

وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔ (سورۃ ق ۱۸)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا سَبْعِينَ خَرِيفًا فِي النَّارِ.

آدمی کبھی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں وہ خود کوئی حرج نہیں سمجھتا حالانکہ اس کی وجہ سے وہ ستر برس تک جہنم کی آگ میں گرتا چلا جائے گا۔ (جامع الترمذی، رقم الحدیث ۲۳۱۴)

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ فَيَكْتُبُ اللهُ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ.

تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ایسی بات کہتا ہے جس کے بارے میں اسے گمان بھی نہیں ہوتا کہ اس کی وجہ سے اس کا وبال کہاں تک پہنچے گا جب کہ اللہ اس کی اس بات کی وجہ سے اس کے حق میں اس دن تک کے لیے ہے جس دن وہ اس سے ملے گا اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 3969)

☆ ویسے تو سوشل میڈیا مثلِ زہریلا سانپ ہے جو ماہر سپیرا کے علاوہ کسی کے قابو میں نہیں آتا مگر خصوصاً صنف نازک، Youngsters اور Students کو اولاً استعمال ہی نہیں کرنا چاہیے، اگر ناگزیر ہو تو فقط Education اور Communication کے جائز مقاصد کے لیے اور وہ بھی Short time کے لیے اس کا استعمال کرنا چاہیے ورنہ یہ Social Media اپنے اصلی مقصد سے توجہ ہٹا کر تضییع اوقات اور نہ جانے کس کس چیز کا عادی بنا دیتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ يَوْمٍ طَلَعَتْ شَمْسُهُ فِيهِ إِلَّا يَقُولُ: مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَعْمَلَ فِي خَيْرٍ فَلْيَعْمَلْهُ فَإِنِّي غَيْرُ مُكَرَّرٍ عَلَيْكُمْ أَبَدًا.

روزانہ صبح جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس وقت دن یہ اعلان کرتا ہے کہ اگر آج کوئی اچھا کام کرنا ہے تو کر لو کہ آج کے بعد میں کبھی پلٹ کر نہیں آؤں گا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث ۳۵۵۸)

☆کسی بھی انجان لنک کو کھولنے میں احتیاط کریں کیونکہ ان میں خیر کم اور شر زیادہ ہوتا ہے جس سے آپ کا Account ہیک بھی ہو سکتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ.

اس چیز کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے اور اسے اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔ (جامع الترمذی، رقم الحدیث ۲۵۱۸)

☆آپ کے ہاتھ میں موجود Device بظاہر ہلکی چیز ہے مگر اس کا غلط یا صحیح استعمال آخرت میں آپ کے نیکیوں یا برائیوں کے پلڑے کو بہت زیادہ بھاری کر سکتی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ.

اور اس دن وزن کرنا ضرور برحق ہے تو جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ (سورۃ الاعراف ۸-۹)

گوشۂ ادب

ڈاکٹر شکیل اعظمی کی نعتیہ شاعری

ظفرالاسلام

لفظ "نعت" عرف عام میں رسول پاک ﷺ کی تعریف و توصیف اور ثنا کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صحابہ کرام حضو سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ آپ کی شان میں ہمہ وقت درود و سلام کا گلدستہ پیش کرتے تھے۔ عربی زبان میں سب سے پہلے نعت نبی ﷺ پیش کرنے والے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ علامہ بوصیری علیہ الرحمہ کا قصیدہ بردہ شریف جو عربی میں ہے نعت ہی کے زمرے میں آتا ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں لکھے گئے اس قصیدہ کو آج بھی اہل ذوق وجد کے انداز میں پڑھتے ہیں۔ اس کو آج دنیا کے تمام اسلامی ممالک بالخصوص مصر، شام، ترکی کے علاوہ ہندو پاک میں بھی شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ آج دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں نعت لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ ہندوستان میں اولاً فارسی زبان میں ایک بڑی تعداد میں نعت لکھی گئی۔ شیخ فریدالدین عطار، امیر خسرو دہلوی، مولانا جامی، عرفی، قدسی جیسے تمام مشہور و معروف شعرا نے عشق رسالت مآب ﷺ میں نعت نبی پیش کیں۔

اردو زبان میں نعت نگاری کی ابتدا اس کے آغاز کے ساتھ ہی وجود میں آجاتی ہے۔ لیکن اولاً کس شاعر نے سب سے پہلے نعت پیش کی ہم یہ وثوق سے نہیں کہہ سکتے۔ اس کے اولین نمونے ہمیں مثنویوں میں نظر آتے ہیں۔ شاعر مثنوی کی ابتدا میں حمد کے بعد نعت کے چند اشعار لکھتا تھا۔ اردو کے کس شاعر نے محض نعت کو اپنا موضوع سخن بنایا اس کے متعلق ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

(اردو میں نعت نگاری) "اس سعادت مندی کا اولین سہرا مولانا غلام امام شہید (م ۱۲۹۳ھ) کے سر ہے۔ اس کے بعد کافی مرادآبادی، لطف علی لطف بریلوی، محسن کاکوروی، اور ابرار عالم صابری فتح پوری نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ "پھر امام عشق و ارادت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ و رضوان نے نہ صرف اس جزو ایمان صنف (نعت) کو اپنے سینے سے لگایا بلکہ اسے معراج کمال تک پہنچایا۔"

("مقدمہ "سیل نور، از، نثار کریمی، ۲۰۰۷ ص ۱۵)

یقیناً نعت نگاری ایک مشکل فن ہے اس کا اعتراف معتبر عالم دین نے کیا ہے۔ امام احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

"حقیقتاً نعت لکھنا بہت مشکل کام ہے۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کبھی گرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ حمد آسان ہے اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے لیکن نعت شریف میں سخت حد بندی ہے۔"

(تہنیت النسا تہنیت، ایم۔ آر پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ ص ۱۲)

مفتی مجیب اشرف رضوی لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ فن نعت گوئی بہت مشکل فن ہے، اتنا مشکل کہ کچھ لوگ اس کی راہ کی دشواریوں کو دیکھ کر گھبرا گئے اور صنف شاعری سے ہی خارج کر دیا۔ ایسا کرنا ان کی پست ہمتی، کم مائیگی اور ذہنی مجبوری تھی۔" (گل قدس، برکات اکیڈمی، ۲۰۱۰، ص ۲۲)

یقیناً نعت لکھنا ایک مشکل فن ہے۔ اس فن میں دیگر اصناف کے مقابلے کہیں زیادہ احتیاط و احترام کی ضرورت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کم پڑھے لکھے شعرا نے بھی فن نعت گوئی میں طبع آزمائی کی ہے ان میں بعض کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ مگر حقیقت میں عمدہ نعت لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ شاعر کا مطالعہ وسیع اور نظر گہری ہو۔ اس کی تعلیم قرآن و حدیث کی روشنی میں ہوئی ہو۔ جبھی وہ نعت گوئی کے حق کو پوری طرح سے ادا کر سکتا ہے۔ چوں کہ یہ تمام خصوصیات شکیل اعظمی میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ وہ عالم بھی ہیں، ادیب بھی ہیں، شاعر بھی ہیں اور نعت کے فن اور اس کی عظمت کو خوب سمجھتے ہیں۔

ڈاکٹر شکیل اعظمی کی پیدائش ۱۲/ ستمبر ۱۹۴۲ء کو محلہ کریم الدین پور گھی، پوسٹ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (موجودہ ضلع مئو) یوپی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں ہوئی۔ بعدہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد علم طب کی طرف راغب ہوئے اور یونانی میڈیکل کالج الہ آباد سے ۱۹۶۴ء میں

شعبۂ اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی، Email.zafar.ghosi@gmail.com

ایف.ایم.بی.ایس کی تعلیم اول پوزیشن کے ساتھ مکمل کی۔ ابتدائی زمانے سے ہی شاعری کا شوق تھا۔ ۱۹۶۱ء میں پہلی نظم لکھ کر اس شوق کو مزید توانائی بخشی جو ہنوز جاری ہے۔ پہلی غزل ماہنامہ ”بیسویں صدی“ میں ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔ زندگی کی تمام تر مصروفیات کے باوجود آپ کا شعری سفر تقریباً ۵۷ برس مکمل کر چکا ہے۔ اب تک چار کتابیں ”گل قدس، حرف ثنا، آشوب آگہی اور شعور نظر“ شائع ہو چکی ہیں۔

اردو آج ہندوپاک کی مقبول ترین زبان ہے۔ اس میں نعت کی روایت دو سو سال سے بھی تجاوز کر چکی ہے اور بے شمار شعرا نے فن نعت گوئی میں طبع آزمائی کی ہے۔ اس بھیڑ میں شکیل اعظمی نے اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی ہے۔ شاعری کی ابتدا غزل سے ہوئی مگر جلد ہی نعت کی طرف قلبی رجحان ہو گیا۔ خود لکھتے ہیں:

”پھر بتقاضائے ذوق ایمانی غزل اور نظم نگاری کا سلسلہ کم ہوتا گیا، اور نعت گوئی کا ذوق بڑھتا گیا، اور اب تو میں نے اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور نعت گوئی کو اپنا وظیفۂ حیات اور نعت پاک کی صورت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور خراج عقیدت و محبت پیش کرنا اپنا شعار زندگی بنا لیا ہے۔“ (گل قدس، ص ۸)

لکھتے ہی رہیے نعت رسول خدا شکیلؔ
آپ اپنا کوئی وقت نہ برباد کیجئے

شکیل اعظمی کا نعتیہ مجموعہ ”گل قدس“ کے نام سے ۲۰۱۰ء میں برکات اکیڈمی سے شائع ہوا۔ یہ مجموعہ ۱۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ابتدا حمد باری تعالیٰ ”مجھ کو غم سے رہائی دے مولا“ سے ہوتی ہے۔ اس میں کل ۵۸ نعت شامل کی گئی ہیں۔ کتاب کا انتساب اپنے والدین اور حافظ ملت شاہ عبد العزیز محدث مرادابادی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ کے نام ہے۔ عرض حال کے عنوان سے مصنف نے اپنی شاعری کی ابتدا اور گھر کے علمی وادبی ماحول کا ذکر کیا ہے۔ جس نے ان کو شاعری کی جانب متوجہ کیا۔ انھیں اس بات کا احساس بھی ہے کہ وہ نعت کا حق پوری طرح ادا تو نہیں کر پائیں گے۔ لیکن دل کی تسکین کے لیے اس مشغلہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔ ایک شعر میں کہتے ہیں:

نعت نبی کا حق تو نہ ہوگا ادا شکیلؔ
اپنے قلم کا فرض ادا کر رہا ہوں میں

شکیل اعظمی ایک بزرگ عالم دین، بہترین مصنف، اعلیٰ پایہ کے شاعر اور حاذق طبیب ہیں۔ ان عظمتوں کا اعتراف عہد حاضر کے کئی ادیبوں اور شاعروں نے کیا ہے۔ بیکل اتساہی آپ کی خوبیوں کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

تمھارے روپ کے ہیں رنگ کتنے
جو دیکھے اس کو حیرانی لگے ہے

(گل قدس، ص ۲۰)

نعتیہ شاعری محض لفظوں کی تراش خراش، ردیف اور قافیہ کے استعمال کا نام نہیں ہے۔ بلکہ چند لوازمات اور تقاضوں کی پابندی باشعور نعت گو شعرا کے لیے از حد ضروری ہے۔ ان میں سب سے اولین شرط سرکار دوعالم ﷺ سے سچا عشق ہے۔ اسی مضمون کو شکیل اعظمی نے پیش کیا ہے:

عشق کا سچا جذبہ ہو تو کیف و اثر ہو شعروں میں
ورنہ نعت کا ہر اک مصرع لفظوں کا انبار لگے

عاجزی و انکساری صحابہ کرام اور بزرگان دین کا شیوہ رہا ہے۔ شکیل اعظمی کے کلام میں عاجزی اور انکساری کا جذبہ بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے۔ وہ اللہ کے حضور والہانہ انداز میں اپنے مسائل و پریشانیوں کے خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ ایک عالم باعمل ہیں اور اللہ کی رحمت سے پر امید ہیں:

میرے اللہ مسائل مرے آساں کر دے
ان بھڑکتے ہوئے شعلوں کو گلستاں کر دے

نعت کا موضوع ہی رسول پاک سے محبت، ان کی تعریف و توصیف بیان کرنا ہے۔ نبی کا امتی روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کو اپنے لیے معراج حیات سمجھتا ہے۔ سچا عاشق رسول گنبد خضریٰ، در رسول اور مدینے کی گلیوں سے بھی بے پناہ محبت کا اظہار کرتا ہے۔ وہاں کی حاضری کے لیے ہر ساعت بے قرار رہتا ہے۔ گنبد خضریٰ کے سائے میں پہنچ کر ہی اس کو قرار نصیب ہوتا ہے۔ ان کے نعتیہ کلام میں انھیں جذبات اور تڑپ کا احساس ہوتا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

در رسول پہ اے کاش حاضری ہوتی
نصیب مجھ کو بھی معراج زندگی ہوتی
میں ہوتا، گنبد خضرا کی چاندنی ہوتی
تو ذکر پاک کی لذت کچھ اور ہی ہوتی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اگر محمد ﷺ کو پیدا کرنا میرا مقصد نہ ہوتا تو یہ زمین و آسمان، یہ چاند ستارے، سورج اور پہاڑ کو پیدا نہ کرتا۔

آپ ﷺ کا انتظار اس وقت سے کیا جارہا تھا جب سے دنیا قائم ہوئی۔ جملہ انبیاء کرام نے آپ کی بعثت کی خبریں اپنے اپنے امتیوں کو دیں۔ رسول پاک جب دنیا میں تشریف لائے تو وہ صبح کا وقت تھا۔ اسی وجہ سے آج بھی صبح کے وقت رنگینی اور غنچے لالہ زار ہوا کرتے ہیں۔ ان اشعار سے اس کی ترجمانی ہوتی ہے۔

منتظر جس کا ازل سے تھا جہان ہست و بود
وہ خدا آگاہ سوئے بزم عام آہی گیا
کس کی آمد کی خوشی میں آج تک وقت سحر
غنچہ کھلتا جائے ہے، سبزہ لہکتا جائے ہے

نعت پاک میں درود و سلام پیش کرنا بھی نعت کے فن میں شامل ہے۔ اللہ رب العزت قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

''ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنو صلو علیہ وسلمو تسلیما''

ترجمہ (بیشک اللہ اور اس فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو)
(کنزالایمان ص ۶۱۷)

شکیل اعظمی نے اس روایت کو برقرار رکھا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

وہ سب سے بہتر وہ سب سے برتر درود ان پر سلام ان پر
نہیں ہے خلقت میں کوئی ہمسر درود ان پر سلام ان پر
کریں جو کونین پر حکومت جو باٹیں دونوں جہاں کو نعمت
وہ باندھیں اپنے شکم پہ پتھر درود ان پر سلام ان پر
سرمایۂ دل ہے یاد نبی، سرمایۂ جاں ہے ذکر نبی
پڑھتے رہو پیہم صل علیٰ، ہے سرور دیں کی بزم سجی

شکیل اعظمی نے حیات رسول کے واقعات کو اپنی شاعری میں بڑی چابک دستی سے پیش کیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا بے سایہ ہونا۔ جس کا ذکر حدیث پاک میں بھی آیا ہے۔ آپ دشمنوں کے بچوں سے بھی محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک جنگ کا واقعہ ہے کہ جس میں چند بچے مارے گئے۔ اللہ کے رسول بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول للہ وہ کفار کے بچے تھے۔ آپ نے فرمایا وہ بچے تو تھے۔ یوم فتح مکہ کو بھلا کون بھلا سکتا ہے۔ جب آپ نے اپنے کفار دشمنوں کو معافی کا پیمانہ دے دیا۔ اشعار میں انھیں واقعات کی جانب اشارہ ہے:

اسے بھی بخش دیا جس نے ظلم ڈھایا ہے
اسے بھی پیار کیا جس نے دل دکھایا ہے
وہ ایک نور مجسم کہ جس کا سایا نہیں
تمام عالم امکاں پہ اس کا سایا ہے

حمد ایک علاحدہ صنف ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف بیان کی جاتی ہے۔ لیکن نعتیہ کلام میں حمد کے اشعار بھی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہ شاعری کی قدیم طرز ہے۔ شکیل اعظمی نے بھی اس طرز سخن کو اختیار کرتے ہوئے اپنے نعتیہ کلام میں حمد کے اشعار پیش کیے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

قوم مسلم ہو چکی خوار و تباہ
بخش دے یا رب اسے پھر عز وجاہ
کر نہ دے مغلوب شیطانوں کا زور
مانگتے ہیں اے خدا تیری پناہ

دعا ربّ کائنات کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعا کو خود سنتا ہے۔ عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا کرنا، اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا، ان پر نادم و شرمندہ ہونا مومن کے لیے ایسا ہی ہے گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ دعا میں اگر اللہ کے محبوب کا وسیلہ تلاش کیا جائے تو یہ اور ہی پسندیدہ عمل ہے۔ شاعر نعت رسول میں اپنی تباہی و بربادی کا بیان، دشمنوں کے ظلم و ستم کا گلہ شکوہ کرتے ہوئے اللہ سے دعا کرتا ہے۔ ایسے ہی واقعات کو شکیل اعظمی نے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ہر اک جانب سے ہے یلغار پیہم یا رسول اللہ
نہ ہو جائیں ہمارے حوصلے کم یا رسول اللہ
کریں جو حکم پر تیرے عمل ہم یا رسول اللہ
تو پھر ہوگا نہ دنیا کا کوئی غم یا رسول اللہ
کرم کی اک نظر اب ضبط کی طاقت نہیں باقی
ستم ڈھاتے ہیں دشمن ہم پہ ہر دم یا رسول اللہ

نعت گوئی میں جہاں حضور کی سیرت و کردار، عادات و خصلات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہیں جنگ و جدال کے واقعات کی تفصیل، معراج النبی ﷺ کا بیان، معجزات کا ذکر مثلاً کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، سورج کا دوبارہ نمودار ہونا وغیرہ کا ذکر بھی اکثر شعرا کرتے ہیں۔ شکیل اعظمی نے بھی ان مضامین کو اپنی نعت میں سمیٹا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بنا دے آج بھی شاخوں کو صورت شمشیر

کہ ہم سے بر سر پیکار ہیں سناں والے
کبھی کلمہ پڑھنے لگے حجر کبھی سینہ چاک کرے قمر
کبھی شمس بدلے رخ سفر یہ مرے نبی کا کمال ہے

اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں حضور کو یٰسٓ طٰہٰ اور مدثر جیسے ناموں سے یاد کیا ہے اپنے محبوب کی مدح و ثنا فرمائی ہے۔ جس ذات پاک کی مدح اللہ نے کی ہو اس کی مدح سرائی بندوں سے کہاں ممکن ہے۔ شاعر نے اسی جانب اشارہ کیا ہے۔

حق تعالیٰ خود ہے جب مداح نام مصطفیٰ
پھر سمجھ پائے گا کیا کوئی مقام مصطفیٰ
کہہ دیا طٰہٰ کہیں یٰسٓ و مدثر کہیں
رب نے رکھا کتنا پیارا پیارا نام مصطفیٰ

حب رسالت اور نبی کریم ﷺ سے الفت و محبت کا جذبہ جس کے دل میں سما جاتا ہے۔ دنیا کی دیگر چیزیں اس کے لیے بے لطف و بے معنی ہو جاتی ہیں۔ جو امتی آقا کی محبت کا جام نوش کر لیتا ہے وہ دنیا کی ہر شے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ شکیل اعظمی کے دل میں رسول سے قلبی عشق ہے۔ مفتی مجیب اشرف رضوی ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"آپ کے اندر عشق سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا نکھرا ہوا رنگ و آہنگ پایا جاتا ہے۔ آپ کے جذبہ عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے بہت زیادہ اس وقت محسوس کیا جب موصوف نے ۱۹۹۸ میں فقیر کے ساتھ حرمین طیبین کی حاضری کی سعادت حاصل کی، مکہ مکرمہ بالخصوص مدینہ منورہ کی حاضری کے دوران قدم قدم پر آپ کی اس شیفتگی اور وارفتگی کا برملا اظہار ہوتا رہا۔" (گل قدس، برکات اکیڈمی، ۲۰۱۰، ص ۲۲)

کیوں کر نہ ہو وہ فکر دو عالم سے بے نیاز
ہاتھوں میں جس کے حب رسالت کا جام ہے
پھر کبھی بیگانۂ ہوش و خرد ہوتا نہیں
جو بھی صرف اک بار پی لیتا ہے جام مصطفیٰ

حضور کے حسن و جمال کا ذکر بارہا صحابہ کرام نے احادیث مبارکہ میں کیا ہے۔ آپ جیسا حسین و جمیل اللہ نے نہ کسی انسان کو اب تک پیدا کیا نہ کوئی قیامت تک پیدا ہوگا۔ خود رب کعبہ نے آپ کے رخسار اور گیسو کی تعریف قرآن میں کی ہے۔ آپ کے گیسو کو والّیل اور چہرے کو والشمس کہا ہے۔ شکیل اعظمی کے کلام میں بھی یہ مضامین ملتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

شفق کے رنگ میں شمس و قمر میں تاروں میں
کہاں کہاں نہیں پہنچا تیرے جمال کا نور
آپ اتنے جو اللہ کو پیارے نہیں ہوتے
توصیف میں قرآن کے پارے نہیں ہوتے

نعت پاک میں حضور کی سیرت نگاری، ان کی تعریف و توصیف، ان کے کرامات و معجزات وغیرہ کا بیان اکثر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حضور کے شہر مدینہ جانے کی تڑپ، اس کے در و دیوار سے الفت و محبت، اس کی خاک کو سرمہ بنانے کی خواہش، مدینہ میں موت آنے کی دعا جیسے موضوعات کو شعرا پیش کرتے ہیں۔ ایک سچے عاشق رسول کی یہ دلی خواہش بھی ہوتی ہے کہ اسے بار بار دیدار مدینہ نصیب ہو۔ شکیل اعظمی کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ سے ہمیں ان کی مدینہ سے دلی وارفتگی، قلبی لگاؤ اور والہانہ الفت و محبت کا احساس ہوتا ہے۔ اس ضمن کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

خدا کرے کہ تمنا یہ دل کی پوری ہو
مروں میں کوچۂ طیبہ میں زندگی کے لیے

ایک سچے عاشق رسول کو جب حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی زیارت و سعادت نصیب ہو جائے۔ پھر اس کی خوشی و مسرت کا کیا کہنا۔ اس کیفیت کا اندازہ صرف وہ شخص لگا سکتا ہے جسے وہاں کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہو۔ چوں کہ شاعر کی نظر زیادہ گہری ہوتی ہے وہ ان مقامات کا زیادہ گہرائی سے مطالعہ کرتا ہے۔ پھر اس سرزمین کے ہر ہر گوشے، اور ہر ہر لمحہ کو اپنے کلام کا موضوع بناتا ہے۔ شکیل اعظمی نے سفر مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کے واقعات اور حالات کو بڑی خوبصورتی سے ایک نعت میں سمویا ہے۔ مندرجہ ذیل نعت کو اگر ان کا سفرنامۂ حج کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ اس کے ہر ہر لفظ میں عشق کا جذبہ نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ہے مدینہ دیار حسن و جمال
اس کے لیل و نہار کیا کہنا
اک گنہگار ہے گناہوں پر
اس قدر شرمسار کیا کہنا
سامنے جلوہ گاہ جاناں ہے
اے دل بیقرار کیا کہنا
شوق سے آنکھوں میں لگاتے ہیں
ان کے در کا غبار کیا کہنا

وہ تو سب دل کا حال جانتے ہیں
ان سے پھر حال زار کیا کہنا
گرد کعبہ طواف کرتے ہیں
ہو کے دیوانہ وار کیا کہنا

☆☆☆☆

سنگ اسود پہ چومتے ہیں ہم
نقش لب ہائے یار کیا کہنا
قبلہ رو ہو کے آب زمزم کا
پینا یوں بار بار کیا کہنا
حاجیوں کا منیٰ کی وادی میں
جوش رمیٔ جمار کیا کہنا
وقت رخصت دیار طیبہ سے
آنکھیں ہیں اشکبار کیا کہنا
سبز گنبد کو چشم حسرت سے
دیکھنا بار بار کیا کہنا
ایک دیوانہ ہو کے ان سے جدا
روتا ہے زار زار کیا کہنا
شہر یار حرم کے در پہ شکیلؔ
جان و دل ہے نثار کیا کہنا

حج بیت اللہ کی سعادت اور مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد ایک شاعر کی فکر میں مناسب تبدیلی نظر آتی ہے۔ اس کے انداز بیان میں وسعت آجاتی ہے۔ وہ شعر کہتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے گردش کر رہے ہیں۔ وہ کھلی ہوئی آنکھوں سے ان خوبصورت مناظر کا نظارہ کر رہا ہے۔ اس پاک سرزمین کا ادب و لحاظ ہر حاجی کے لیے اولین شرط ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی عظمت کس قدر شاعر کے دل میں بسی ہوئی ہے۔ وہ شہر مدینہ کے ذرے اور خاک کو تعظیم کے قابل خیال کرتا ہے۔ شاعر کے احساس و جذبات ملاحظہ ہوں:

کتنی آرزوں سے پہنچا ہوں مدینے میں
دل کی دھڑکنیں رک جائیں کاش آج سینے میں
گاہ خانۂ کعبہ گاہ روضۂ اقدس
کاش یہ مناظر پھر رنگ بھر دے جینے میں
ہے کرم شکیلؔ ان کا ان کی مہربانی ہے
میں نے بھی گزارے ہیں لمحے کچھ مدینے میں

شکیل اعظمی ایک نعت میں عازمین حج سے خطاب کرتے ہوئے حاجیوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ ارکان حج کو آداب شریعت کے لحاظ سے ادا کرنے کی دعائیں دیتے ہیں۔ وہ کہتے خانہ کعبہ پر جب پہلی نظر پڑے گی تو تم کانپ جاؤ گے لہٰذا اپنا پلکیں جھکائے تم دعا کرنا۔ کیوں کہ جب پہلی نظر خانہ کعبہ پر پڑتی ہے اس وقت کی گئی دعا قبول ہوتی ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

حاجیو تم کو مبارک ہو سفر طیبہ کا
رحمت حق کا رہے سر پہ تمھارے سایہ
اور جب آئے نظر جلوۂ محبوب خدا
لب پہ ہو صلّ علیٰ صلّ علیٰ صلّ علیٰ

حضور سرور کونین ﷺ کو اپنی امت کی بڑی فکر تھی۔ آپ راتوں کو اٹھ کر اپنی امت کے لیے آنسو بہاتے اور امت کی شفاعت کے لیے اللہ سے دعا فرماتے تھے۔ ماں ایک ہستی ہے جو اپنی اولاد کو سب سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ لیکن حضور اپنی امت کو ماں سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ آج ہمیں اپنی عاقبت کی کوئی فکر نہیں۔ گناہ پہ گناہ کیے جا رہے ہیں۔ اسی واقعہ کو شکیل اعظمی نے شعر کے قالب میں ڈھالا ہے:

بخشوانے کی خاطر اپنی پیاری امت کو
مصطفی نے رو رو کر روز و شب گزارے ہیں
ہمیں تو فکر نہیں اپنی عاقبت کی مگر
ہمارے واسطے آنسو بہا رہا ہے کوئی

ڈاکٹر شکیل اعظمی کی نعتیہ شاعری کے مجموعی مطالعہ کے بعد ہم کہ سکتے ہیں کہ ان کے کلام میں مضامین کی کثرت ہے۔ وہ نعت کو سچے جذبہ و عقیدت کے تحت لکھتے ہیں۔ اپنی گفتگو سید محمد اشرف صاحب کے ایک اقتباس پر ختم کرتا ہوں:

''جذبوں کی حد تک ڈاکٹر شکیل صاحب کی شاعری کے تین زاویے ہیں: ۱۔ ممدوح سے والہانہ قلبی ربط - ۲- شعار سنیت سے بھرپور لگاؤ- ۳- ملت اسلامیہ سے دردمندانہ احساسات۔ پوری شاعری میں ان تین طرز کے جذبوں کا بھرپور رچاؤ ملتا ہے جو شاعر کو شعریت کے ساتھ ساتھ سعادت کی سند بھی عطا کرتا ہے۔ (فلیپ، گل قدس)

نوٹ: یہ مضمون میرے ایم۔ فل کے مقالہ ''ڈاکٹر شکیل اعظمی کی شاعری کا تنقیدی مطالعہ'' کے ماخوذ ہے۔ ☆☆☆

نقد و نظر

نام کتاب : **آئینہ ہند اخی سراج الدین عثمان: احوال وآثار**
مصنف : مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی
صفحات : ۳۲۰- اشاعت: ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء
ناشر : شیخ الاسلام ٹرسٹ، احمد آباد، گجرات
قیمت : ۳۰۰/ روپے
تبصرہ نگار: توفیق احسن برکاتی [جامعہ اشرفیہ]

سوانح نگاری تحقیق کی ذیلی شاخ ہے، جس میں تاریخ نویسی کا رنگ بھی ہوتا ہے اور تجزیہ نگاری کی خو، بو بھی، کچھ یہی حال تذکرہ نویسی کا بھی ہے، یہ شغل حد درجہ تلاش و تفتیش اور بے پناہ احتیاط و دیانت داری کا متقاضی ہے، فکر و ذہن کو قدم قدم پر سخت آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے، بسا اوقات محقق کا دامن کانٹوں میں الجھتا ہے اور قلم غلط نشان کھینچ دیتا ہے۔ اسی لیے اس کام کو انتہائی دشوار گزار قرار دیا گیا ہے۔ سوانح و تذکرہ و ترجمہ نگاری کے افق پر بڑی تیزی سے ابھرتا ہوا نام جامعہ اشرفیہ کے فاضل مفتی عبد الخبیر اشرفی [پرنسپل دار العلوم عربیہ اہل سنت منظر اسلام، التفات گنج، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر، یوپی] کا ہے جنھوں نے بہت کم مدت میں صبا رفتار قلم کاری کا جوہر دکھایا ہے اور ”حیات مخدوم العالم“ [سوانح شیخ علاء الحق پنڈوی] اور ”آئینہ ہند اخی سراج الدین عثمان: احوال وآثار“ جیسی گراں قدر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اس سے قبل وہ جید علما و محققین کے کئی نادر و نایاب رسائل کا اردو ترجمہ کر چکے ہیں جن میں ”شان اہل بیت، خاموشی کے محاسن و فوائد، جنتی والدین، انیس الغرباء، جنت کی کنجی، اہل شریعت وطیقت کی پہچان“ کا نام نمایاں ہے، اب وہ شاہ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ کے فرزند ”شیخ نور قطب عالم کی سوانح“ اور ”ملفوظات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی“ جیسے اہم موضوع پر کام کر رہے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس مزاج کے آدمی ہیں اور ان کی فکر و قلم کے دبستان میں کس طرح کے پھول کھلنے والے ہیں، مجھے امید ہے کہ وہ اپنا ریسرچ ورک مسلسل جاری رکھیں گے اور دنیائے علم کا نت نئی دنیاؤں سے رابطہ ہوتا رہے گا۔

صاحب سوانح [حضرت اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ: متوفی: ۷۵۸ھ] سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا کے خلیفہ، سلسلہ سراجیہ کے بانی اور مرشدِ مخدوم سمنانی شاہ علاء الحق پنڈوی کے مرشد و مربی ہیں، بہ زبان مرشد ”آئینہ ہندوستان“ سے ملقب ہیں، علم و فضل، سلوک و تصوف، زہد و ورع، اخلاص و بندہ پروری اور فداکاری جیسی خوبیوں اور کمالات سے متّصف تھے، معلی القاب تھے، زبان و قلم کے دھنی اور بیان کے ماہر تھے، بحر حقیقت کے غواص اور شرعی علوم و عملیات کے جامع تھے، ان کی بارگاہ ایک بافیض درس گاہ سمجھی جاتی تھی اور آج ان کا مزار پُر انوار کرم کا منبع مانا جاتا ہے۔ وہ مرشد طریقت تھے، مربی تھے، انسانیت نواز، کردار ساز اور صاحب اعزاز تھے، ان کا ظاہر و باطن یکساں اور مجلاو مصفیٰ تھا، جوہر علم اور گوہر معرفت لٹانے کا جذبہ صادق رکھتے تھے، جن کے فیض یافتگان میں شاہ علاء الحق پنڈوی جیسے مرد حق آگاہ کا نام آتا ہے جنھوں نے بڑی تمناؤں سے اپنے مرید و خلیفہ حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کو سنوارا اور راہِ معرفت پر چلا کر فیض و کرامت کا سدرۃ المنتہیٰ بنا ڈالا۔

جماعت اہل سنت میں اب ایسے قلم کار و مصنفین سامنے آ رہے ہیں جو قدیم اور انتہائی اہم موضوعات اور عناوین کو ٹارگیٹ کرتے ہیں، مہتم بالشان اخلاقی موضوعات پر مبنی عربی و فارسی کتب و رسائل کے تراجم بھی ہو رہے ہیں اور قدیم کتب کو جدید رنگ و آہنگ میں پیش کرنے کا انداز زور پکڑ رہا ہے اور ناشرین انھیں طبع کرا کے عام کر رہے ہیں، ان میں ایک بڑا نام اشرفیہ اسلامک فاؤنڈیشن، حیدر آباد دکن کا بھی ہے جس کے روح رواں محترم مولانا محمد بشارت صدیقی لائق تبریک ہیں جنھوں نے اپنی تمام تر توجہات کا قبلہ انھی جیسے کاموں کو بنایا ہے اور ہر سال کچھ ایسی کتابیں وہ مصنفین و محققین اہل سنت سے ترجمہ و تالیف کرا کے اپنی نگرانی میں شائع کرتے ہیں۔ یہ کتاب بھی ان کی مہربانیوں کا حصہ اور ان کی خوش ذوقی کی نشانی ہے، جسے شیخ الاسلام ٹرسٹ، احمد آباد، گجرات نے شائع کیا ہے۔ اس سے قبل فاضل مصنف سے انھوں نے ”مخدوم العالم“ جیسی کتاب لکھوائی تھی، جس کے لیے مصنف و مہربان دونوں مبارک باد کے مستحق ہیں۔

زیر نظر کتاب اٹھارہ ابواب پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں:
[۱]تذکرہ و تعارف [۲] مقام پیدائش کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ [۳]اودھ یا اجودھیا: مختصر قدیم تاریخ [۴]قربتیں اور فاصلے [۵]نام و نسب اور آباواجداد [۶]مرشد طریقت کا انتخاب [۷]تحصیل علم اور تبحر علمی [۸]تعلیم و تربیت کی تکمیل اور خلافتوں کا حصول [۹] دہلی سے پنڈوہ شریف کا سفر [۱۰] پنڈوہ شریف وُرود مسعود اور شیخ کی ارادت [۱۱]اساتذہ و مربیین [۱۲]دوبارہ دہلی کا سفر اور بنگال واپسی [۱۳]فضائل وشمائل [۱۴]دورِ اخیر کے سیاسی حالات [۱۵]خدمات اور کارنامے [۱۶] مریدین اور خلفائے کرام [۱۷]نسبتیں اور خانقاہیں [۱۸]آئینہ ہند پر لکھی گئی بعض تحریروں پر نقد و نظر۔

ان ابواب کا پھیلاؤ، بحثوں کی جمع آوری اور ان کا تجزیاتی مطالعہ مصنف کے نقطۂ نظر کی تفہیم میں مدد دیتا ہے، اگرچہ مذکورہ اٹھارہ ابواب کو دس ابواب میں سمیٹنا کچھ مشکل نہیں تھا کیوں کہ جن سرخیوں کو باب بنایا گیا ہے انھیں بہ آسانی ذیلی عنوان دیا جاسکتا تھا، پھر بھی جو ہے بھرپور ہے اور مصنف کی محنت شاقہ کا منہ بولتا ثبوت بھی۔ ابتداءً یہ ایک سوانحی تذکرہ ہے لیکن کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں تاریخی حقائق کی جلوہ گری ہے، تحقیق کے ساتھ تنقیدی رویہ بھی موجود ہے اور تجزیاتی حسن بھی ہے۔ مصنف نے تحقیق کا دامن کہیں بھی نہیں چھوڑا ہے، ان کی ہربات حوالوں کی کہکشاؤں سے گھری ہوئی ہے جس کا ثبوت کتاب کے اخیر پانچ صفحات میں موجود ۸۱/ کتب و رسائل کی فہرست ہے جسے انھوں نے "مصادر و مراجع" کا عنوان دیا ہے۔ مصنف کو اکثر ابواب میں اختلافی امور کا تصفیہ کرنا پڑا ہے، بطور خاص دوسرے، پانچویں، ساتویں، پندرہویں اور اٹھارہویں باب میں ان کی فکر رسا کا رنگ اور قلم کاری کا جلوہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ کتاب کے تعلق سے مرشد اجازت شیخ الاسلام مفتی سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دام ظلہ کا تاثر ہے: "مولانا موصوف نے قدیم و جدید کتابوں سے عرق ریزی کرکے حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کی زندگی کے تمام اہل واقعات و خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے، بہت سی پوشیدہ باتوں کو بڑی محنت و کاوش سے تلاش و جستجو کرکے شامل کتاب کیا ہے جس سے کتاب کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔"[۳۲]

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی لکھتے ہیں: "یہ ذکر جمیل عزیز القدر مولانا مفتی عبدالخبیر اشرفی مصباحی زید علمہ و عطاؤہ کے اشہبِ تحقیق رقم کا تازہ شاہ کار ہے اور سلسلہ چشتیہ کے عملی موسس، صاحب فیوض نامتناہی، محبوب الٰہی کے خلیفہ، آئینہ ہند حضرت اخی سراج عثمان اودھی کی حیات و خدمات سے عبارت ہے، جس میں زبان و بیان کی رعنائیاں اور بحث و تمحیص کی جلوہ سامانیاں باہم شیر و شکر ہو رہی ہیں۔"[۳۵]

کتاب پر ان کے علاوہ مفتی محمود احمد رفاقتی، مولانا سید جلال الدین قادری میاں اور مولانا شہباز عالم مصباحی کے گراں قدر تاثرات موجود ہیں جو کتاب اور صاحب کتاب کا انکشاف کرتے ہیں اور مصنف کے حوصلوں کو تازگی فراہم کرتے ہیں۔ ابتدا میں ممتاز پرگو شاعر مولانا محمد سلمان رضا فریدی [عمان] کی ایک طویل نظم "حضرت آئینہ ہند" کو جگہ دی گئی ہے جو "کوزہ در دریا" کی مثل کو سچ ثابت کر دکھاتی ہے۔

حضرت آئینہ ہند کی حیات کے چیدہ چیدہ اوراق محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے اپنے قسط وار مضامین میں اجالنے کی کوشش کی تھی جو ماہ نامہ اشرفی [کچھوچھہ شریف] میں شائع ہوتے رہے، یہ آئینہ ہند کے احوال کے نقش اول کا اجمالاً بیان تھا۔ مفتی عبدالخبیر اشرفی کی زیر نظر کتاب تقریباً سات سو سال بعد طبع ہونے والا مفصل سوانحی تذکرہ ہے، اس لیے بھی اسے ایک دستاویزی کتاب کا درجہ دیا جائے گا۔ اس کتاب کے کئی ابواب دقت نظر سے مطالعہ کیے جانے کے لائق ہیں جن میں فاضل محقق نے اپنی تنقیدی تحقیق کا رنگ دکھایا ہے اور بحثیں نتیجہ خیز ثابت ہوئی ہیں، مثلاً دوسرا باب مقام پیدائش کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ، جس میں "اودھی"، "لکھنوتی" اور "بنگالی" کی تکونی سے پیدا ہونے والے شبہات کو مستند ماخذ کی روشنی میں دور کیا گیا ہے۔ کئی قیمتی صفحات میں مختلف اقوال کا جائزہ لینے کے بعد لکھتے ہیں:

"حاصل کلام یہ ہے کہ آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ راجح قول کے مطابق اودھ میں پیدا ہوئے، یہیں پر آپ کا بچپن گزرا، ابتدائی تعلیم کی تکمیل ہوئی، پھر اپنے والد گرامی کے ہمراہ ہجرت کرکے لکھنوتی، بنگال تشریف لائے، پھر اپنی والدہ محترمہ کی اجازت سے لکھنوتی بنگال کی سرزمین سے دہلی سلطان المشائخ سید محمد نظام الدین بدایونی ثم دہلوی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں تحصیل علم و معرفت کے لیے تشریف لے گئے۔"[۷۲،۷۳]

اس باب کو پڑھتے ہوئے قاری کا ذہن فوراً آئینہ ہند کی تاریخ پیدائش و سن کی معلومات کا منتظر ہوگا لیکن اسے مایوسی ہوگی کیوں کہ مقام پیدائش کی تحقیق کے بعد تاریخ ولادت کی تحقیق سے یہ باب خالی ہے، نہ اجمالاً اس کا بیان ہے نہ تحقیقاً اس پر کوئی روشنی ڈالی گئی ہے۔

ایسا کیوں ہے ؟ اس کے جملہ حقوق بہ حق مصنف محفوظ۔ ہاں سنِ وصال کے ضمن میں مصنف اتنا لکھتے ہیں:

”آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ، ماہ اور سال پیدائش کی تفصیل ہمیں کسی معتبر کتاب میں ابھی تک نظر نہیں آئی۔ اخبارالاخیار کا ترجمہ جو مولانا سبحان محمود اور مولانا محمد فاضل نے کیا ہے اس میں سال پیدائش ۶۵۶ھ اور سال وفات ۷۳۰ھ درج ہے۔[۱۸۷]

کتاب کے پندرہویں باب میں حضرت اخی سراج علیہ الرحمہ کی رفاہی و فلاحی اور علمی و تصنیفی خدمات کا محاکمہ پورے شرح و بسط اور نقد ونظر کے ساتھ کیا گیا ہے، جس کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اخی سراج نے جہاں عربی، فارسی، اردو اور بنگلہ زبان وادب میں اپنے علمی نقوش چھوڑے ہیں وہیں انھوں نے درسیات میں مشہور کتاب ”ہدایۃ النحو، پنج گنج اور میزان الصرف“ تالیف فرمائی ہے، البتہ ان کتابوں کا ان کے مصنفین سے انتساب قدرے اختلافی رہا ہے اور آج بھی ہے، لیکن فاضل مصنف نے معتبر شواہد کی روشنی میں حضرت اخی سراج علیہ الرحمہ سے ان کے انتساب کو مجلا کیا ہے اور اخیر میں تحریر کیا ہے:

”تصنیفات آئینہ ہندوستان اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں مختصراً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ”ہدایۃ النحو“ بلا خلاف آپ کی تصنیف کردہ ہے۔ اس سلسلے میں کسی اور مصنف کا نام کسی نے بھی پیش نہیں کیا ہے۔ ”پنج گنج“ اور ”میزان الصرف“ کے سلسلے میں محققین کا اختلاف ہے۔

جمہور علما اور مؤرخین کے نزدیک یہ کتابیں بھی آپ ہی کی تصنیف کردہ ہیں اور مولانا ساجد علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تحقیق یہ ہے کہ میزان الصرف علامہ محمد بن مصطفی بن الحاج حسن کی تصنیف کردہ ہے۔ اس تعلق سے سارا حقیقی علم اللہ تعالی ہی کے پاس ہے، وہی بہتر جاننے والا ہے۔“[۲۳۲]

حاصل کلام یہ ہے کہ آئینہ ہند حضرت اخی سراج الدین عثمان علیہ الرحمہ کا یہ سوانحی تذکرہ اسلاف شناسی کا منہ بولتا ثبوت اور ایک اہم اخلاقی فریضے کی ادائیگی ہے جس کے لیے مصنف و ناشر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ یہ خدمت علم قبول فرمائے، آمین۔

☆☆☆

نام کتاب	:	**صدائے غم [دو رِثائی دیوان]**
شاعر	:	ڈاکٹر صابر سنبھلی
صفحات	:	۱۴۲- اشاعت: ۲۰۱۸ء
قیمت	:	۱۵۰/روپے
تبصرہ نگار	:	توفیق احسن برکاتی [جامعہ اشرفیہ]

ڈاکٹر صابر سنبھلی اردو زبان وادب اور شعر و شاعری کا ایک معتبر نام ہے، مختلف ادبی موضوعات پر ان کی علمی، شعری، تحقیقی و تنقیدی کتابیں ان کے معتبریت کو نمایاں کرتی ہیں، ڈاکٹر صاحب اصولی آدمی ہیں اس لیے ان کی ہر تحریر آئینی رنگ میں رنگی ہوتی ہے اور تال ٹوک کروہ ادبی و تنقیدی فیصلے صادر کرتے ہیں، ان کے دعاوی شواہد سے ہم آغوش رہتے ہیں، اسی لیے بعض ارباب قلم ان سے خار کھاتے ہیں اور کئیوں سے ان کی ٹھنی رہتی ہے۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی ایک ماہر محقق، تنقید نگار، تجزیہ کار، شاعر اور مصنف وادیب ہیں، مختلف ادبی موضوعات پر تین درجن کے قریب نثری کتب اور مطبوعہ چھ شعری دواوین اور غیر مطبوعہ چار دیوان ان کے علمی و ادبی زنبیل میں مقید ہیں، ان کی کئی کتابوں اور دواوین پر راقم الحروف اس سے قبل تعارف و تبصرہ تحریر کر چکا ہے اور اب زیر نظر دو رِثائی دیوان ”صدائے غم“ ان کے شعری جاہ وجلال کو واضح کرتا ہے، اول سلام پر مشتمل ہے جس کا تاریخی نام ”بہ فیض حسینیت“ [۱۴۳۵ھ] ہے اور دوسرا رباعیات کا دیوان ہے جو ”فیوض حسینیت“ [۱۴۳۴ھ] سے موسوم ہے۔ دیوان اول میں بہتر [۷۲] سلام، چار تضامین اور نو قطعات شامل ہیں، دیوان ثانی میں ۷۹ رباعیات موجود ہیں جو رِثائی موضوع کے بے شمار جزئیات کا خزانہ رکھتی ہیں اور ان میں اخلاقی و انقلابی رنگ بھی منعکس ہے۔ دونوں دیوانوں میں حروف تہجی کی مناسبت سے ردیفیں استعمال ہوئی ہیں جو مکمل دیوان کی لازمی شرط ہے۔ یہاں سلام سے مراد غزل کی ہیئت میں لکھا گیا ایسا منظوم کلام جس میں واقعہ کربلا، حضرت امام حسین اور اس کے ساتھیوں کی شہادت یا اہل بیت رسول پر پڑنے والے مصائب ہوتے ہیں، جس میں ہر شعر مکمل اکائی ہوتا ہے اور ہر شعر کا مفہوم جداگانہ ہوتا ہے۔ رباعیات میں رباعی کے مخصوص چوبیس اوزان کو برتا جاتا ہے، ہر رباعی چار مصرعی ہوتی ہے اور چاروں مصرعوں کے الگ الگ اوزان بھی ہوسکتے ہیں۔

”کربلا“ ظلم کا بھی استعارہ ہے اور حق پر استقامت اور صبر و رضا کا

بھی، اسی طرح حسینیت حق کی علامت مانی جاتی ہے اور یزیدیت تشدد کی مثال۔ حسینیت میں صبر کا رنگ ہے اور یزیدیت میں جبر کا خون، امام حسین نیک نام ہوئے اور یزید بدنام زمانہ رہا، تاریخ ہر عہد میں ایک "کربلا" دہراتی رہے گی اور حق والوں کو دعوتِ صبر و رضا اور باطل پرستوں کو دعوت فکر دیتی رہے گی۔ یہ وجہ ہے کہ ہر دور میں کربلا والوں کے مناقب تحریر ہوتے رہے ہیں اور خون شہیداں کی روشنائی میں قلم کو ڈبو کر عقیدتوں کا خراج پیش کیا جاتا رہا، مرثیہ خوانی ہوتی رہی اور مناقب پڑھے جاتے رہے ہیں۔ لیکن سلام اور رباعیات پر مشتمل کوئی مکمل رثائی "دیوان" راقم الحروف کی نگاہ سے نہ اب تک گزرا ہے نہ اس کی کوئی خبر ہے ،اس لیے شاعرِ دیوان کا یہ دعویٰ صداقت رکھتا ہے:

"سلاموں کا یہ دیوان جو آپ کے ہاتھ میں ہے اردو میں اس صنف کا پہلا دیوان ہوسکتا ہے جو فقیر حقیر صابر سنبھلی کی فکر نارسا کا نتیجہ ہے۔ اگر اس رائے کے خلاف کوئی ثبوت ملے گا تو بہ سروچشم نہایت شکریے اور احسان مندی کے ساتھ قابل قبول ہوگا۔"[ص:۱۰]

اب سلام کے چند اشعار اور دو رباعی بلا تبصرہ ملاحظہ کریں:

کوئی نہیں کردار میں ثانی ان کا
پروردۂ آقائے جہاں ہیں شبیر
تاریخ یہ دیتی ہے گواہی صابر
پیغام دہ امن و اماں ہیں شبیر
اس ظلم کی مثال تو آسماں نہیں
نادم ہے، شرم سار ہے خود سے ستم ہنوز
در یادِ اُو قرار دلِ بے قرار نیست
ذکر حسین ابن علی می کنم ہنوز
شبیر تھے واللہ شجاعوں کے شجاع
یہ شان شجاعت تھی بڑی ان کی متاع
اس عہد میں ان کا نہ تھا کوئی ثانی
اس پر ہے شجاعانِ عرب کا اجماع
اس وقت بھی یہ بات جہاں نے مانی
شبیر کے ساتھی تھے سبھی لاثانی
کچھ اور ہی تاریخ جہاں کی ہوتی
پیاسوں کو اگر مل گیا ہوتا پانی

مجھے امید ہے کہ ڈاکٹر صابر سنبھلی کا یہ دیوان بھی شوق سے پڑھا جائے اور ارباب نقد اس پر نقد و تجزیہ کریں گے۔ ☆☆☆

(ص:۳۱ر کا بقیہ): میں نے چارپائی کی داہنی جانب بیٹھ کر بازو اور کمر دبانے لگا، دیکھا کہ زبانِ اقدس سے کچھ فرمارہے ہیں اور چہرۂ اقدس پر بے حد پسینہ ہے۔ میں نے رومال سے چہرے کا پسینہ خشک کیا، آپ نے نظر مبارک اٹھاکر میری طرف ملاحظہ فرمایا، پھر بلند آواز سے کلمہ پاک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا شروع کیا۔ لیکن دم بدم آواز پست سے پست ہوتی چلی گئی، ٹھیک رات ۱۲/ بج کر ۲۵/ منٹ پر مجھے پھیپھڑوں کی حرکت بند ہوتی ہوئی معلوم ہوئی، خود ہی آپ نے قبلہ رو ہوکر ہاتھ پیر سیدھے کرلیے تھے، اس طرح ۱۰/ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۶۷ھ، کلمہ شریف پڑھتے ہوئے جانِ پاک جانِ آفریں کے سپرد کردی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے علم و عمل کا یہ آفتاب و ماہتاب غروب ہوگیا۔
انا للہ و انا الیہ راجعون.

بارگاہِ رسالت میں حاضری: مفسرِ شہیر، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تھے، جب وہ مدینہ منورہ میں سرکار دوعالم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے تو سنہری جالیوں کے قریب دیکھا کہ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی مجمع میں موجود ہیں۔ ملاقات کی ہمت نہ ہوئی، کیوں کہ باادب لوگ وہاں بات چیت نہیں کرتے، صلاۃ و سلام سے فارغ ہونے کے بعد باہر تلاش کیا، مگر ملاقات نہ ہوئی، قطبِ مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین احمد قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رہائش گاہ پر حاضر ہوئے کہ عرب و عجم کے تمام علمائے حق اور مشائخ کرام حرمین شریفین کی حاضری کے دوران حضرت شیخ الفضیلت کی ملاقات کے لیے ضرور حاضر ہوتے تھے۔ وہاں بھی حضرت صدر الافاضل کے متعلق معلومات حاصل نہ ہوئیں۔ حیران تھے کہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر تشریف لائے ہیں تو کہاں گئے؟ دریں اثنا مرادآباد ہند سے تار حضرت شیخ الفضیلت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آیا کہ فلاں دن فلاں وقت حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مرادآباد میں وصال ہوگیا۔ حضرت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب وقت ملایا تو وہی وقت تھا جس وقت سنہری جالیوں کے قریب حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نظر آئے تھے، فوراً سمجھ گئے کہ جیسے ہی انتقال فرمایا، بارگاہِ رسالت ﷺ میں صلاۃ و سلام کے لیے حاضر ہوگئے۔

مزار شریف: جامعہ نعیمیہ مرادآباد ہند کے اندرونی احاطے میں جو مسجد ہے، جس میں اکثر طلبہ و مدرسین نماز ادا کرتے ہیں، اسی مسجد کے بائیں جانب مسجد سے متصل آپ کا مزار پاک ہے، جہاں بیٹھ کر اکثر طلبہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے فیوض و برکات سے مستفیض فرمائے۔

(ماخوذ از: حیاتِ صدر الافاضل، وتذکرہ صدر الافاضل، المدینۃ العلمیہ، کراچی)

منظومات

کرمِ شاہِ امم بن کے سفینہ آیا

راہِ حق میں جو فنا ہو گیا جینا آیا
زندگی کیسے گزارے یہ قرینہ آیا

امتی غم کے سمندر میں نہ رہنے پائے
کرمِ شاہِ اُمم بن کے سفینہ آیا

امن کا شہر کہوں کس کو یہ سوچا جب بھی
ذہن میں صرف مِرے ایک مدینہ آیا

راہِ طیبہ میں ہمیں حاجتِ رہبر کیوں ہو
دھڑکنیں خود ہی بتا دیں گی مدینہ آیا

قصرِ معراجِ بشر لاکھ ہو اونچا تو کیا
عشقِ احمد کا نظر جب ہمیں زینہ آیا

اپنے حالات سے مجبور تھا زائر پھر بھی
واپس آیا تو لیے دل میں مدینہ آیا

دونوں عالم میں وہی محسنِ انساں ہے ضرور
رحمتوں کا جو لیے ایک خزینہ آیا

قادری فیض کے ہر سمت ہیں بادل چھائے
مے کشو آؤ کہ دورِ مئے و مینا آیا

بے خودی حد میں رہی جس کا محافظ تھا ادب
بادہ کش وہ ہے جسے اشکوں کا پینا آیا

لے کے کچھ پھول عقیدت کے چلو تم بھی رفیعؔ
جشنِ اظہارِ عقیدت کا مہینہ آیا

☆☆☆

رفیع بخش قادری رفیعؔ بدایونی

زنجیرِ قضا شوق سے سو بار پہن لوں

پوشاکِ عمل جامۂ کردار پہن لوں
میں سر تا قدم اسوۂ سرکار پہن لوں

ایماں کے لیے حسنِ عمل بھی ہے ضروری
یہ کیا کہ فقط جبہ و دستار پہن لوں

حرمت تری قربانیاں مانگے تو میں حاضر
زنجیرِ قضا شوق سے سو بار پہن لوں

جاری رہے ہونٹوں پہ سدا نعت کا نغمہ
نسبت کا یہ تعویذ ہے سرکار پہن لوں

طیبہ سے بُلاوا کبھی آئے تو میں کاشرؔ
کچھ ایسے چلوں وقت کی رفتار پہن لوں

☆☆☆

ڈاکٹر ارشاد کاشرؔ، ممبرا

بن جاؤ نمازی بھی

آقا سے جو الفت ہو بن جاؤ نمازی بھی
سرکار کی امّت ہو بن جاؤ نمازی بھی

یہ پرشش اول ہے محشر کی عدالت میں
گر خواہشِ جنّت ہو بن جاؤ نمازی بھی

سرکار کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے نمازوں میں
کرتے جو یہ مدحت ہو بن جاؤ نمازی بھی

آفات و بلاؤں سے محفوظ مکاں ہو گا
برکت کی جو چاہت ہو بن جاؤ نمازی بھی

بوبکر و عمر عثماں حیدر سے اگر لوگو
رکھتے جو محبت ہو بن جاؤ نمازی بھی

پیغام یہی دیتا شبیر کا سجدہ ہے
گر دین سے رغبت ہو بن جاؤ نمازی بھی

ہر لمحہ یہ کہتے ہیں تربت سے مرے غازی
مجھ سے جو عقیدت ہو بن جاؤ نمازی بھی

جب نعت شہِ عالم لکھنے کو قمرؔ سوچو
تقویٰ ہو طہارت ہو بن جاؤں نمازی بھی

☆☆☆☆☆

قمر جیلانی، ٹانڈہ

سفر آخرت

علامہ محمود احمد رفاقتی کا وصال

ملتِ اسلامیہ کا عظیم خسارہ

شیخِ طریقت شاہ محمد انور علی سہیل فریدی

نوٹ: معروف روحانی شخصیت، عظیم محقق قلم کار حضرت مولانا محمود احمد رفاقتی کا وصال پر ملال ۲۶ر مئی ۲۰۱۸ء کو مظفر پور کے ایک اسپتال میں ہو گیا، اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آپ بلند پایہ قلم کار، تاریخ داں اور اپنے عہد کے حالات پر گہری نگاہ رکھتے تھے، آپ نے مختلف موضوعات پر کثیر کتب تحریر فرمائیں۔ آپ اپنے فکر و مزاج میں بھی حساس اور ذمہ دار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

استاذ الحفاظ حضرت حافظ و قاری نثار احمد عزیزی علیہ الرحمۃ والرضوان کے وصالِ پر ملال کے تعلق سے معلوم ہوا، بڑا افسوس ہوا، ہم نے فون کر کے ان کے شہزادے حضرت حافظ و قاری محمد احمد اشہر مصباحی سے تعزیت پیش کی اور ان سے عرض کیا آپ اپنے والد گرامی کے تعلق سے معلومات ارسال فرمادیں، انھوں نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ جلدی روانہ کردوں گا، مگر افسوس وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے بھیج نہیں سکے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے تعلق سے بھی لکھنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے مولا تعالیٰ حضرت حافظ و قاری نثار احمد علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

راقم نے مفتیِ اعظم راجستھان کے شہزادے محترم المقام الحاج معین الدین اشرفی دام ظلہ العالی خلیفہ حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ سے باضابطہ تعزیت پیش کی، چندماہ قبل جب ہم ایک پروگرام میں شرکت کے لیے سنبھل گئے تھے تو محترم فون سے بات کر کے ملاقات کے لیے تشریف لائے تھے، اس وقت دیگر باتوں کے ساتھ فرمایا تھا کہ والدہ ماجدہ کی طبیعت سخت علیل ہے۔ ہم نے اس وقت بھی ان کے لیے دعاے صحت کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی بارگاہ میں بلا لیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب حضور ﷺ کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے، ہم نے شہزادۂ والا تبار سے عرض کیا تھا کہ ایک رپورٹ بنوا کر بھیج دیں، اس کے بعد حضرت مولانا محمد فاضل مصباحی دام ظلہ العالی کے ذریعہ انھوں نے رپورٹ ارسال کی۔ از: مبارک حسین مصباحی

ہندوستان کے موقر اخبار روز نامہ انقلاب دہلی کے ذریعہ شیخ طریقت عالمِ ربانی مولانا محمود احمد رفاقتی کے وصال کی خبر معلوم ہوئی، افسوس صد افسوس آپ کا وصال ملت اسلامیہ کا عظیم خسارہ ہے، اکابرین دنیا سے رخصت ہوتے جارہے ہیں، اس قحط الرجال میں نیک حضرات کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترستی ہیں، بقول مرزا محمد رفیع سودا دہلوی۔

وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

آپ کا انتقال ۲۶ر مئی ۲۰۱۸ء مطابق ۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ بروز ہفتہ مختصر علالت کے بعد مظفر پور کے ایک نجی اسپتال میں ہوا۔ انتقال کے وقت عمر ۸۰ر برس تھی، نمازِ جنازہ پیر کے دن آبائی وطن سون برساڈیہ بھوانی پور، اسلام آباد، مظفر پور میں احاطہ درگاہ حضرت امین شریعت مفتی شاہ رفاقت حسین قادری میں ہوئی، کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی، صوبہ بہار کے علاوہ دیگر صوبات کے عقیدت مندوں اور مریدین نے شرکت کی، جمِ غفیر تھا، جس کو دیکھ کر آپ کی اعلیٰ شخصیت اور مقبولیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ ہر شخص غم زدہ تھا اور کہہ رہا تھا کہ ایک عالمِ باعمل، ایک شیخ طریقت، ایک ہمدرد، ایک غم گسار بہترین مصنف اور صاحبِ طرز شگفتہ قلم ادیب دنیا سے رخصت ہو گیا اور کل نفس ذائقۃ الموت کا مزا چکھ کر مالک حقیقی سے جاملا اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس

احقر بھی غم میں ڈوبا ہوا ہے، راضی بہ رضا ہے کہ سب کو جانا ہے:

فصبراً یا مظفرا ثم صبراً
فنحن ذاهبون إلى العهود

انشاء اللہ خان انشا نے کیا خوب کہا ہے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

پاکانِ خدا کے لیے موت ایک پُل ہے، جو حبیب کو حبیب سے ملاتی ہے الموت جسر یوصل حبیب الی الحبی. ان کے لیے روشن قبر محبوب کے دیدار کی رات ہوتی ہے، عارفِ حق مولانا عبد العلیم

آسی غازی پوری فرماتے ہیں۔

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسیؔ
ہے شبِ گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

نیکو کاروں کے لیے موت خوشی کا دن ہے جس کے وہ منتظر رہتے ہیں، پسماندگان اور اہلِ خاندان کے لیے افسوس کا دن کہ ظاہری سایہ سر سے اٹھ گیا۔

مولانا مرحوم حافظ قرآن کریم اور جماعت اہلِ سنت کے بڑے عالم تھے، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی کے خاص شاگرد تھے۔ درجن سے زیادہ کتابوں کے مولف و مصنف تھے، دینی رسائل میں علمی مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ علمی اور ادبی حلقوں میں آپ کی تحریر قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی اور سند کا درجہ رکھتی تھی۔ آپ کا ایک بڑا اور یادگاری کارنامہ تذکرہ ”علمائے اہلِ سنت“ ہے۔ اردو میں علمائے اہلِ سنت کے حالات پر یہ پہلی مستند کتاب ہے انھوں نے تصوف اور رضویات پر بھی کام کیا، اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے مکتوبات ”مکتوبات امام احمد رضا بریلوی“ نام سے کثیر صفحات پر اور کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نیک طبیعت پاک طینت عبادت گزار متقی پرہیزگار شیخ طریقت، سلسلہ اشرفیہ اور رضویہ میں والد گرامی امین شریعت بہار واڑیسہ مفتی شاہ رفاقت حسین قادری اشرفی کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ مفتی صاحب کے پردہ فرمانے کے بعد سلسلہ کی نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ دور تک سلسلہ کو پھیلایا اور تصنیفی کام کو بھی جاری رکھا۔ کچھ عرصہ مدرسہ احسن المدارس قدیم نئی سڑک کان پور میں تدریسی خدمت بھی انجام دی۔ آپ کا شمار ان علما میں ہوتا ہے جن کے بارے میں کہا گیا ہے:

موت العَالِم موت العَالَم.

عالم کی موت جہان کی موت ہے۔

خداوند کریم درجات بلند کرے، پسماندگان خصوصاً صاحب زادہ اکبر و جانشین مولانا عامر اشرف قادری سلمہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔ خانوادہ فریدیہ اور وابستگانِ سلسلہ عالیہ فریدیہ آپ کے شریکِ غم اور دعا گو ہیں۔

مولانا موصوف سے احقر کے قدیمی تعلقات تھے۔ آپ کے والد مولانا شاہ رفاقت حسین قادری اور احقر کے والد گرامی مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی قطب بدایوں، جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے ساتھی تھے، اس رشتہ سے آپ والد حضرت کو عم محترم کہتے تھے۔ تذکرہ علمائے اہلِ سنت کی پہلی اشاعت رمضان ۱۳۹۱ھ میں والد حضرت نے تحریری تعاون فرمایا، ان کی دلی خواہش پر پیش لفظ لکھا، آپ نے اس کا ذکر کتاب کی تقریب کے صفحہ ۱۵؍ پر کیا ہے۔ والد حضرت نے قطب سہرسا حضرت شاہ جعفر علی فریدی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس سے واپسی پر کان پور میں قیام کیا۔ مفتی رفاقت حسین صاحب سے ملاقات کی، انھوں نے عزت و تکریم کی۔ منظرِ اسلام کے دورۂ حدیث کے تعلیمی دور کی یاد تازہ ہوئی، ان دونوں مولانا محمود صاحب تذکرہ علمائے اہلِ سنت کی تالیف میں مشغول تھے۔ آپ نے مفید مشورے دیے اور تعاون کا وعدہ کیا۔ مولانا محمود صاحب مدرسہ احسن المدارس قدیم میں مدرس تھے۔ والد حضرت کے خاص شاگرد استاذ العلماء، مولانا حکیم دانش علی فریدی صاحب شیخ الحدیث اور صدر مدرس تھے۔ مولانا موصوف کے خاص شاگرد استاذ العلما مولانا حکیم دانش علی فریدی صاحب شیخ الحدیث اور صدر مدرس تھے۔ مولانا موصوف احقر سہیل فریدی سے کافی الفت رکھتے تھے۔ برادرانہ شفقت فرماتے تھے، فون کے ذریعہ خیریت معلوم کرتے تھے۔ ایک بار خاص کرم فرمایا بغیر اطلاع کے غریب خانہ پر تشریف لائے، دروازہ پر دستک کے ساتھ سہیل میاں کو آواز دی۔ گفتگو کے دوران فرمایا کہ گجرات جا رہا تھا، نئی دہلی ریلوے اسٹیشن پر دو گھنٹہ کا وقت تھا، آپ کا خیال آیا، دل نے چاہا کہ ملاقات کروں۔ خواجہ اسلام الدین نظامی، امام مسجد درگاہ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیا سے پتہ دریافت کیا اور بغیر اطلاع کے آ گیا۔ گفتگو کے دوران فرمایا کہ مشائخ آبادانیہ کے حالات پر آپ کی تصنیف ”تذکرہ آبادانیہ“ بہت پسند آئی۔ طبیعت خوش ہوئی، یہ وقت کی اہم ضرورت تھی، میں نے اس کی دو جلدیں درگاہ حضرت نظام الدین اولیا سے خریدیں، ہمارے بہار میں سلسلہ آبادانیہ بہت پھیلا ہوا ہے، مشائخ نے سلسلہ کو خوب پھیلایا اور آبادانی فیض کو عام کیا۔ کمی یہ ہوئی کہ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہ کی، اس لیے مشائخ کے حالات سے عوام و خواص واقف نہ ہو سکے۔ آپ نے تاریخ مشائخ آبادانیہ لکھ کر کمی کو پورا کیا، آپ سلسلہ کو جاری رکھیں اور قلم کو چلاتے رہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ طباعت میں دشواری آتی ہے، فرمایا دشواری آتی ہے اور دور ہوتی ہے۔ میری کئی کتابیں وسائل کی کمی کی وجہ سے شائع نہ ہو سکیں، اللہ مددگار ہے۔ وصال سے ایک سال قبل گجرات سے فون پر خیریت دریافت کی۔ احقر کا ”کنزالایمان“ میں شائع مضمون کا ذکر کیا، اپنے مرید جو مسجد کے امام تھے، سے کہا، یہ ہمارے اپنے ہیں ان سے رابطہ رکھو۔ احقر نے کہا، جب سمستی پور آئیں ملاقات کریں، اسٹیشن پہنچ کر فون کر دیں گاڑی بھیج دوں گا۔ جنوری ۲۰۱۸ء میں سمستی پور سفر میں ملاقات کی کوشش کی، سمستی پور سے روانہ بھی ہو گیا، خدا کو منظور نہ تھا، ملاقات نہ ہو سکی، جس کا افسوس رہا۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ

مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشاں کبھی

شریکِ غم بندۂ عاصی: محمد انور علی سہیل فریدی غفرلہ

جامعہ اشرفیہ میں اہلیہ مفتی اعظم راجستھان اور حافظ نثار احمد علیہ الرحمہ کو ایصال ثواب کیا گیا

گزشتہ ۳۰/ جون ۲۰۱۸ء صبح کے وقت مفتی اعظم راجستھان مفتی اشفاق حسین نعیمی علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ کا ان کے آبائی وطن سنبھل، یوپی میں انتقال ہوگیا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے وسیع کیمپس میں عالیشان عزیز المساجد میں بعد نماز عشا اساتذہ وطلبہ کی ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی جس میں مرحومہ کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ جامعہ کے استاذ مفتی زاہد علی سلامی نے تعزیتی کلمات کہے اور مرحومہ کے اخلاق وعمل پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے فرمایا کہ "مرحومہ کئی ماہ سے صاحب فراش تھیں، چوبیس گھنٹے کوئی نہ کوئی ان کے ساتھ رہتا، انھیں اٹھاتا، بٹھاتا اور دیگر کام کرتا، مشکل سے وہ کروٹ بدل پاتی تھیں لیکن ایسے نازک گھڑی میں بھی وہ ساری نمازیں وقت پر ادا کرتی تھیں، بڑی مشفق و مہربان ماں تھیں، اللہ انھیں غریق رحمت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر کی توفیق بخشے۔"

اس کے بعد قل شریف پڑھا گیا اور پھر جامعہ اشرفیہ کے صدر شعبہ افتا و صدر المدرسین حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی دام ظلہ نے دعا فرمائی اور ان کی روح کو ایصال ثواب کیا۔ اسی طرح گزشتہ دنوں انتقال کرنے والے جامعہ اشرفیہ کے سابق استاذ حضرت حافظ و قاری نثار احمد مبارک پوری مرحوم کو بھی یاد کیا گیا اور ان کے لیے دعاے مغفرت ہوئی۔ اس تعزیتی نشست میں کثیر تعداد میں قدیم و جدید طلبہ اور اساتذہ جامعہ شریک ہوئے۔ اللہ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے اور دشمنان اسلام کی شرانگیزیوں سے پوری امت مسلمہ کو محفوظ رکھے، آمین۔

[از: مولانا رحمت اللہ مصباحی، نامہ نگار انقلاب]

مفتی اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم راجستان کی زوجہ محترمہ کا انتقال پر ملال

بقیۃ السلف، عمدۃ الخلق، حضرت مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد اشفاق حسین نعیمی (مفتی اعظم راجستھان) رحمۃ اللہ علیہ کی شریک حیات حجن محمودہ بیگم، حیاتِ مستعار کے متعینہ لمحات گزار کر ۱۵/ شوال المعظم ۱۴۳۹ھ مطابق ۳۰/ جون ۲۰۱۸ء صبح ۴/ بج کر ۵۵/ منٹ پر طویل علالت کے بعد سنبھل کی سرزمین پر اپنے مالکِ حقیقی کے پاس چلی گئیں اور پسماندگان و محبین کو حالتِ غم میں چھوڑ گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

مرحومہ حجن محمودہ بیگم زہد و تقویٰ، حلم و بردباری، شرافت و دیانت، حسنِ اخلاق و کردار کی مجسم پیکر تھیں۔ مرحومہ نہ صرف آپ حضور مفتیِ اعظم راجستھان کی شریکِ حیات تھیں بلکہ گلشنِ اسلام کی آبیاری میں آپ کی رفیقِ کار بھی تھیں۔

آپ کے بیٹے الحاج معین الدین صاحب اشرفی سربراہِ اعلیٰ دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور نے حال ہی میں اپنی والدہ مرحومہ اور اپنے والد مرحوم حضور مفتیِ اعظم راجستھان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ابا حضور سے پوچھا کہ آپ اس مقام تک کیسے پہنچے تو مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بیٹے اس کی دو وجہ رہیں، ایک وجہ تو یہ کہ میں نے اپنے والدین کی بہت خدمت کی، ان کی دعائیں ہر وقت میرے شاملِ حال رہیں، دوسری وجہ یہ کہ آپ کی والدہ نے ہمیشہ گھر کے ماحول کو بہت پر سکون رکھا اور پوری زندگی قناعت اور صبر کے ساتھ گزاری جس سے میرے لیے دین کی خدمت کرنا بہت آسان رہا، اگر وہ گھر کا ماحول پر سکون نہ رکھتیں تو شاید مجھے یہ مقام نہ ملتا۔

مرحومہ کے انتقال کی خبر سے شدید رنج والم کا ماحول پیدا ہو گیا اور شرکتِ غم کے لیے حضور مفتی صاحب قبلہ کے معتقدین و مریدین اور علماے کرام و مفتیانِ عظام کے ہجوم لگ گئے۔

۳۰/ جون ۲۰۱۸ء بروز ہفتہ بعد نمازِ عصر نمازِ جنازہ آپ کے شہزادہ الحاج معین الدین صاحب اشرفی نے پڑھائی، جس میں سنبھل، امروہہ، مراد آباد، دہلی، راجستھان کے بہت سارے علماے کرام، مفتیانِ عظام، سیاسی لیڈران اور عام لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

۲/ جولائی ۲۰۱۸ء بروز پیر بمقام مکہ مسجد، غیرت پورہ دیپا سرائے سنبھل میں مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لیے محفل سوئم کا خاص اہتمام کیا گیا، جس میں قرآن خوانی، کلمہ خوانی اور علماے کرام کے خصوصی بیانات ہوئے، پھر مرحومہ کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعا کی گئی، اس موقع پر الحاج معین الدین صاحب اشرفی نے سنبھل، اطرافِ سنبھل اور دہلی راجستھان وغیرہ شہروں سے تشریف لانے والے سبھی شرکاے غم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ لوگوں کا شکرگزار ہوں کہ اس غم کی گھڑی میں آپ سب نے تشریف لاکر مجھ کو حوصلہ دیا۔ اب ان شاء اللہ میری والدہ محترمہ کے چہلم کی محفل ۵/ اگست ۲۰۱۸ء بروز اتوار بعد نمازِ مغرب منعقد ہوگی۔ آپ حضرات سے گذارش ہے کہ محفلِ چہلم میں بھی شرکت فرمائیں اور میری والدہ کے لیے دعائے مغفرت کریں۔ از: محمد فاضل مصباحی

صدائے بازگشت

مدرسہ بورڈ کے رزلٹ میں کئی اہم سوالات

مکرمی! گذشتہ دنوں اتر پردیش مدرسہ تعلیمی بورڈ کا رزلٹ جاری کر دیا گیا ہے۔ امسال اتنا خراب رزلٹ آیا ہے جسے دیکھ کر ہر کوئی حیرت زدہ ہے۔ اکثر مدارس عربیہ کے رزلٹ کا جب معائینہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کسی ادارے میں دس فیصد طلبہ پاس ہیں تو کسی ادارے میں ۱۵/ فیصد امیدوار گرتے پڑتے ہوئے پاس ہوئے ہیں۔ نہایت افسوس اور حیرت کی بات یہ ہے کہ رجسٹرار مدرسہ بورڈ نے ٹاپ ٹین کی جو فہرست بنائی ہے اس میں زیادہ تر طلبہ امروہہ، کھیری، علی گڑھ، لکھنؤ اور بدایوں و بریلی وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اکثر مرکزی تعلیمی مدارس اعظم گڑھ، مئو، بنارس وغیرہ میں ہیں مگر یہاں کے طلبہ کا ٹاپ ٹین میں نہ آنا اپنے آپ میں سوالیہ نشان قائم کر رہا ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جن اضلاع کے طلبہ کو ٹاپ ٹین میں شامل کیا گیا ہے، وہاں کتنے اعلیٰ تعلیمی ادارے ہیں، سب پر عیاں ہے۔ درجنوں لوگوں نے ٹاپ ٹین میں آنے والے طلبہ کا امتحان بہار ٹاپرس کے طرز پر دوبارہ کرانے کا مطالبہ کیا ہے تاکہ دودھ اور پانی واضح ہو جائے۔ حیرت واستعجاب کا عالم یہ ہے کہ ٹاپ ٹین میں کماری سنگیت سنگھ بھی شامل ہیں، ان کے مقابلے درس نظامی اور دینیات کی تعلیم باضابطہ طور پر حاصل کرنے والے طلبہ بہت پیچھے ہیں۔

ایک قابلِ گرفت بات یہ بھی ہے کہ مدرسہ تعلیمی بورڈ اتر پردیش کی ویب سائٹ پر منشی تا فاضل کا رزلٹ رجسٹرار نے مورخہ ۲۷/ جون ۲۰۱۸ء کو اپ لوڈ کیا، جب کہ ٹاپ ٹین میں آنے والے طلبہ کی فہرست رجسٹرار صاحب نے ۲۶/ جون کو ہی جاری کر دی۔ لوگ اب ان سے سوال کر رہے ہیں کیا کسی بورڈ میں ایسا ہوتا ہے کہ ٹاپ ٹین میں آنے والے امیدواروں کا رزلٹ دیگر طلبہ سے پہلے ہی جاری کر دیا جائے۔ متاثرین نے یہ بھی سوال کیا کہ ان لوگوں کی کاپیاں منظرِ عام پر لائی جائیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ وزیر اعلیٰ سے انعام واکرام حاصل کرنے کے لیے کچھ لوگوں نے اس طرح کا کارنامہ انجام دیا ہے؟ علاوہ ازیں کیا مشرقی یوپی کے امیدواروں نے اتنی خراب کاپیاں لکھی تھیں کہ انھیں ممتاز لوگوں کی صف میں جگہ نہیں ملی؟ درجنوں متاثرین کا یہ بھی الزام ہے کہ کاپی جانچ کرانے والے کئی اضلاع کے انچارجوں نے باضابطہ رشوت کا مطالبہ کیا تھا، جن لوگوں نے ان کی فرمائش پوری کی انھیں اچھے نمبرات سے پاس کیا گیا، جب کہ جن طلبہ نے محنت سے تعلیم حاصل کر کے کاپیاں تحریر کی تھیں، انھیں نہ جانے کیوں یا تو فیل کیا گیا ہے یا پھر اتنا کم نمبر دیا گیا کہ ان کی مارکشیٹ کسی لائق نہ رہ گئی۔

متاثرین نے اعلیٰ حکام کو اس بڑی بدعنوانی اور دھاندلی سے آگاہ کراتے ہوئے دوبارہ کاپی جانچ کا مطالبہ کیا ہے، خیر کچھ بھی ہو، معاملہ نہایت سنگین بنتا چلا جا رہا ہے۔ بہت سے ایسے امیدوار بھی ملے جنھوں نے امتحان دیا تھا مگر انھیں غیر حاضر دکھایا جا رہا ہے۔ آخر یہ کھیل کب تک جاری رہے گا؟

ذمہ داران مدارس میں مولانا برکت حسین مصباحی، مولانا سید علی، مولانا شبیر احمد، مولانا عبد السلام قادری، مولانا مبارک علی نقش بندی وغیرہ نے بتایا کہ کاپی جانچ سینٹر انچارجوں کے ذریعہ زیادتی کی جا رہی ہے، باضابطہ بینک اکاؤنٹ نمبر جاری کیا جاتا ہے، جو لوگ مطلوبہ رقم ان کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیتے ہیں، انھیں بھرپور نمبر دیا جاتا ہے، چاہے وہ کچھ بھی نہ لکھتے ہوں اور جو لوگ ان کی رشوت والی فرمائش پوری نہیں کرتے ہیں انھیں یا تو غیر حاضر دکھا کر فیل کر دیا جاتا ہے، یا پھر اتنا کم نمبر دیا جاتا ہے کہ ان کی مارکشیٹ کہیں کام نہیں آسکتی، امسال اس کی حالت اور بھی ابتر نظر آرہی ہے، کئی جگہوں پر مسلکی تشدد کے بھی طلبہ شکار نظر آتے ہیں۔ اس طرح کی گھٹیا حرکت کرنے والوں اور ایسی سوچ رکھنے والوں کو اللہ رب العزت کے عذاب کا ذرہ برابر بھی خوف نہیں ہوتا۔ یہ طلبہ کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔

از: نور الہدیٰ مصباحی، لکشمی پور، مہراج گنج

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں
بنارس میں
جناب حاجی ابرار احمد عزیزی جنرل اسٹور
متصل جامعہ ہاسپیٹل، پیلی کوٹھی، بنارس
اورنگ آباد میں
اپٹوڈیٹ ٹیلر
نواڈیہ روڈ، اورنگ آباد، بہار

روداد چمن

عرس حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی قدس سرہ بھوج پور ضلع بلیا میں ۱۹۲۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے لیے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں داخل ہوئے۔ حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی کی درس گاہ سے اکتساب فیض کرکے ایک بافیض عالم دین کی حیثیت سے ابھرے۔ آپ ایک مسلم الثبوت استاذ و مربی، بے مثال فقیہ و محقق اور مایۂ ناز مدبر و منتظم تھے۔ تفسیر و حدیث، کلام و فقہ، منطق و فلسفہ اور ہیئت و توقیت وغیرہ علوم و فنون میں غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ کے مکتب کی کرامت اور فیضانِ نظر نے آپ کو یگانہ روزگار بنا دیا تھا۔ حافظ ملت کے سلسلۂ تلامذہ میں آپ ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دین و سنیت کی گراں قدر خدمات اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی تعمیر و ترقی میں آپ کے بے مثال کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ عبد الرؤف ہر موڑ پر حافظ ملت کے دست و بازو بنے رہے اور زندگی بھر جامعہ اشرفیہ کی تعمیر و ترقی کے لیے کوشاں رہے۔

آپ کی زندگی ''کم گو بسیا جو'' کی آئینہ دار تھی۔ نام و نمود اور شہرت و جاہ طلبی سے کوسوں دور رہ کر کام اور صرف کام آپ کا مقصد حیات تھا۔ درس و تدریس کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کے انتظام و انصرام میں منہمک رہتے اور ایک مربی کی حیثیت سے اساتذہ و طلبہ کی تربیت فرماتے اور انہیں نیک مشوروں سے نوازتے۔ آپ بلند اخلاق، منکسر المزاج اور صبر و تحمل کے پیکر تھے۔ آپ کی دینی، علمی اور تدریسی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے حکم اور اپنے استاذ حضور حافظ ملت قدس سرہ کی سرپرستی میں فتاویٰ رضویہ کے قلمی نسخوں کی ترتیب، تحقیق اور تہذیب فرمائی، اور پھر حافظ ملت کی اعانت و سرپرستی میں سنی دار الاشاعت مبارک پور کا قیام عمل میں آیا، جلد سوم اور جلد چہارم کی اشاعت خود ان کی حیات میں ہوگئی، جلد پنجم کے کئی سو صفحات کی کتابت بھی انھوں نے کرائی، جلد ششم ہفتم، ہشتم کے مسودات پر نظر ثانی اور تبییض کا انتظام بھی انھوں نے کیا۔ مزید جو رسائل، مضامین و ابواب کے لحاظ سے ان جلدوں میں شامل ہونا چاہیے۔ ان کو بھی یادداشتوں میں لکھ دیا۔

مسئلہ صرف یہ نہیں تھا کہ ایک کتاب تھی اور اسے عام ناشرین کتب کی طرح شائع کر دیا گیا، اعلیٰ حضرت کے قلمی مخطوطے کو پڑھنا، سمجھنا، مبیضہ کرنا، کرم خوردہ عبارتوں کو درست کرنا اور عربی عبارتوں کو اصل ماخذ سے مقابلہ کرنا انتہائی دیدہ ریزی، دماغ سوزی اور جگر کاوی کا کام تھا۔ اعلیٰ حضرت کی علمی تحریروں کو ایڈٹ کرکے شائع کرنا بے پناہ علمی گہرائی اور فقہی بصیرت کا متقاضی تھا۔ آج مطبوعہ فتاویٰ رضویہ کو سمجھنا سمجھانا بھی عام علما کی دست رس سے بالاتر ہے، چہ جائے کہ مسودہ کی ترتیب و تہذیب اور اس کی تحقیق و اشاعت۔ یہ ایک انتہائی مشکل علمی خدمت تھی اور حد درجہ ایثار و قربانی کی متقاضی بھی۔ اس لیے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو کسی سے اس کی توقع نظر نہیں آئی۔ یہ پہاڑ کے برابر بار اٹھانا علم اور اخلاص دونوں کا متقاضی تھا اور بفضلہ تعالیٰ حضور مفتی اعظم ہند کی توقع کے مطابق دار العلوم اشرفیہ اس معیار پر پورا اترا۔

علامہ عبد الرؤف علیہ الرحمہ کا ۱۹۴۲ سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ایک ذمہ دار استاذ کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ پھر نائب شیخ الحدیث کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ آپ کے اہم کارناموں میں تعلیم و تدریس کے ذریعہ بہترین مدرسین پیدا کرنا، الجامعۃ الاشرفیہ کا خاکہ تیار کرنا، سنی دار الاشاعت مبارک پور کا قیام اور فتاویٰ رضویہ کے قلمی نسخوں کی تحقیق و ترتیب اور اشاعت ہے۔ حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی ۱۴؍ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ کو اس جہان فانی سے رحلت فرماگئے۔ مگر دنیائے سنیت ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

عرسِ حافظِ ملت کے مبارک موقع پر ان کی علمی، تحقیقی اور تدریسی خدمات کے اعتراف میں ان کے نام حافظِ ملت ایوارڈ تفویض کیا گیا۔ ہمیں یقین ہے کہ ان کی بارگاہ میں تنظیم ابنائے اشرفیہ کا یہ خراجِ عقیدت مقبول ہوگا۔ رضا اکیڈمی ممبئی نے فتاویٰ رضویہ کی ترتیب و تحقیق پر ان کے نام ''امام احمد رضا ایوارڈ'' جاری کیا۔

۱۴؍ شوال المکرم ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۹؍ جون ۲۰۱۸ء میں عرس کا انعقاد کیا گیا، ان کے فضائل و مناقب بیان کیے گئے اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا گیا، بعد نمازِ مغرب تمام طلبہ کو تبرک تقسیم کیا گیا۔

از: مبارک حسین مصباحی

خیر و خبر

ممبئی میں ۱۵؍واں سالانہ عرس شہید راہ مدینہ

ممبئی اور بیرون ممبئی کے مشاہیر علمائے کرام، مشائخ عظام، ائمۂ مساجد، عمائدین نے شرکت فرمائی

حضور شہید راہِ مدینہ علیہ الرحمہ کا ۱۵؍واں عرس مقدس اپنی آن بان اور شان کے ساتھ اختتام پزیر ہوا۔ بعد نماز تراویح جامعہ قادریہ اشرفیہ سنی مسجد بلال شکلاجی اسٹریٹ میں پروگرام کا آغاز ہوا۔ حضرت حافظ و قاری عمران صاحب نے تلاوت کلام پاک سے عرس کا آغاز فرمایا۔ پروگرام کی سرپرستی حضور شہیدِ راہِ مدینہ مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ کے شہزادے افضل الصوفیا حضرت الشاہ سید حسین اشرف اشرفی جیلانی نے فرمائی۔ صدارت کے فرائض صاحب زادہ و جانشین حضور شہید راہ مدینہ مثنیٰ میاں پیرِ طریقت، رہبر شریعت خاندان اہلِ بیت کے چشم و چراغ حضرت مولانا الحاج الشاہ سید معین الدین اشرف اشرفی جیلانی معین میاں قبلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ نے انجام دیا۔ اعلیٰ سیکورٹی کا بندوبست تھا، پولیس افسران کے ساتھ رحمانی گروپ کے رضا کاران حفاظتی اقدام میں بھر پور تعاون دے رہے تھے، ساتھ ہی ساتھ بزم قادریہ چشتیہ اشرفیہ کے طلبہ انتظام و انصرام کو بحسن و خوبی سنبھالے ہوئے تھے، پروگرام شروع ہوتے ہی کثیر تعداد میں عوام الناس آنے لگے، ائمۂ مساجد، علمائے کرام و مشائخ عظام کا جم غفیر تھا، تھوڑی ہی دیر میں سنی مسجد بلال کا وسیع صحن کھچا کھچ بھر گیا۔ لوگ محسوس کر رہے تھے کہ اس نورانی جلسہ اور عرس کی تقریب میں حضور شہیدِ راہِ مدینہ مثنہ میاں علیہ الرحمہ کی روحانیت برس رہی ہے اور لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اس بارونق اجلاس میں حضور مثنیٰ میاں کے سبھی شہزادے حضرت سید علی اشرف، حضرت سید حسن اشرف، حضرت سید حسین اشرف بنفسِ نفیس موجود رہے، سامعین سبھی شہزادوں کے رخِ زیبا سے مستنیر ہو رہے تھے۔

جامعہ قادریہ اشرفیہ کے استاذ حضرت مولانا مفتی منظور احمد مصباحی نظامت فرما رہے تھے۔ بارگاہِ رسالت میں سب سے پہلے ہدیۂ نعت پاک پیش کرنے کے لیے حافظ و قاری ایاز رودولوی صاحب کو دعوت دی گئی، انھوں نے بہترین انداز میں منقبت کے اشعار پیش کیے۔ پھر اہم افتتاحی خطاب کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے استاذ ماہ نامہ اشرفیہ کے چیف ایڈیٹر خطیب بے مثال حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی تشریف لائے۔ انھوں نے کہا کہ حضور شہید راہِ مدینہ مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ کی دعا بارگاہ الٰہی میں قبول ہوئی، دفن کے لیے وہ سرزمین میسر ہوئی جو ہر ایک مومن کی دلی تمنا ہوتی ہے۔ اور سامعین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”حضور مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ نے سرزمین ممبئی میں قوم و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے ایسے ادارے کی بنیاد ڈالی جہاں سے علما و فضلا تیار ہونے لگے اور انسانیت کو فروغ ملنے لگا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ مثنیٰ میاں کی نمایاں خوبی تھی کہ آپ کی بارگاہ میں بے کمال لوگ باکمال ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ کے تعلیمی مشن کو آگے بڑھایا جائے۔

استاذ الشعرا ڈاکٹر سید مناظر حسین نے نعت و منقبت نہایت ہی والہانہ انداز میں پیش کیا جسے خوب سراہا گیا، جناب اشہر بہرائچی نے منقبت سنا کر سامعین سے داد و تحسین حاصل کی۔ شاعر اسلام نسیم حبیبی کلکتوی نے بارگاہ حضور شہیدِ راہِ مدینہ مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ دار العلوم نور الحق کے موقر استاذ حضرت مولانا مختار الحسن بغدادی صاحب تشریف لائے، انھوں نے اپنے والولہ انگیز بیان میں صاحبِ عرس سے متعلق خطاب فرمایا کہ: حضور شہید راہِ مدینہ مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ نے عمل کے ذریعہ مسلمانوں کو قریب کیا۔ بہت سارے دینی ادارے قائم کر کے آپ نے مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا۔ آپ فرماتے تھے کہ دینی و دنیوی دونوں علوم کا ہونا ضروری ہے۔ آپ بارہا فرماتے کہ ہمیں چاہیے کہ تعلیم کی ضرورت کو سمجھیں اور اس کے حصول کے لیے عملی میدان میں آگے آئیں۔ آپ نے مزید کہا کہ حضور صاحبِ سجادہ اس وقت قوم و ملت کے قائد ہیں اور پوری قوم آپ کے ساتھ ہے۔ قوم کی فلاح و بہبود کا جذبہ رکھتے ہیں، پوری ملت کو چاہیے کہ آپ کے ساتھ چلیں، اس وقت حالات کے تناظر میں قوم کو آپ جیسے ہی قائد کی سخت ضرورت ہے۔ خانقاہ فیض الرسول براؤں شریف کے سجادہ نشین حضرت علامہ عبد القادر علوی صاحب اختتامی بیان کے لیے رونق اسٹیج ہوئے اور انھوں نے کہا کہ حضور شہیدِ راہِ مدینہ مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں مسلسل ۱۵؍سال سے حاضری دے کر خراج عقیدت پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ انھوں نے مختصر وقت میں ایک جامع تقریر فرمائی اور اپنے مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر حضور شہید راہ مدینہ مثنیٰ میاں علیہ الرحمہ کے مختلف گوشۂ حیات پر روشنی ڈالی اور لوگوں کو یہ پیغام دیا کہ وہ ایک ایسے پیر تھے جو نہ صرف اپنے مریدوں کی بلکہ پوری قوم و ملت کی رہبری و نمائندگی پوری زندگی فرماتے رہے۔ دورانِ پروگرام صاحبِ سجادہ

معینِ ملت حضور معین میاں کے مقدس ہاتھوں سے مولانا توکیل احمد شمسی اور مولانا محمود احمد اشرفی کو ان کی تعلیمی خدمات کو سراہتے ہوئے ایوارڈ دیا گیا۔ رات ٹھیک ۲؍بجے قلم شریف کا آغاز ہوا۔ جامعہ قادریہ اشرفیہ کے استاذ مولانا قاری عین الدین اور مولانا قاری مشتاق احمد تیغی نے تلاوتِ کلام پاک فرمائی۔ آخر میں جانشین حضور شہید راہِ مدینہ مُثنیٰ میاں علیہ الرحمہ حضرت علامہ الحاج السید الشاہ معین الدین اشرف سجادہ نشین آستانہ عالیہ کچھوچھہ مقدسہ نے رقت انگیز انداز میں مسلمانوں کی جان و مال، بیماروں کی شفا، بے گناہ قیدیوں کی رہائی، ایمان و اسلام پر استقامت، بے روزگاروں کے لیے رزقِ حلال، سماج اور معاشرہ کو نشہ کی لعنت سے پاک، مومنوں کے لیے عشقِ رسول، گنہگاروں کی مغفرت اور ملک میں امن و سلامتی اور قبلۂ اول کی بازیابی کے لیے دعا فرمائی۔

بارگاہِ نبوی میں صلاۃ وسلام کی نچھاور کی گئی، سامعین نے باری باری حضور معین میاں کی دست بوسی سے فیض حاصل کیا۔ کثیر تعداد میں سیاسی رہنما اور عمائدینِ شہر نے شرکت کی، خاص طور پر ملند دیورا، جناب سنجے نروپم، جناب امین پٹیل، جناب یوسف ابرہانی، جناب سنجے دیناپاٹل، جناب بابا صدیقی، جناب جتیندر اوہاڑ، جناب شانو پٹھان، جناب حاجی عرفات، جناب وارث پٹھان، جاوید جنیجا کے علاوہ دیگر اشخاص موجود تھے۔ تمام آئے ہوئے زائرین و سامعین کے لیے سحری کا معقول بندوبست تھا، اتنا بڑا مجمع ہونے کے باوجود بحمدہ تعالیٰ کسی طرح کی بدنظمی نہیں ہوئی، کثیر تعداد میں علمائے کرام، ائمۂ عظام، مشائخ کرام، عمائدین شہر نے شرکت فرمائی، بالخصوص مولانا مفتی خلیق اشرف، مفتی عبد المنان کلیمی، الحاج محمد سعید نوری، رضا اکیڈمی، مولانا شاکر عزیزی روناہی، مفتی منظر اشرفی گھاٹ کوپر، مولانا غلام معصوم دار العلوم محمدیہ، مولانا مقصود صاحب سنی بڑی مسجد مدن پورہ، مولانا نور العین صاحب، نور باغ مسجد، مولانا مقصود احمد بستوی، دار العلوم حنفیہ بستی، مولانا امان اللہ رضا، قاری قمر رضا، مولانا سید نجم الدین اشرف، مولانا مفتی عبد الستار صاحب، مولانا معین الحق علیمی، مولانا عرفان علیمی، مولانا صوفی محمد عمر، مولانا ابرار احمد خان، مولانا عبد الجبار ماہر القادری خطیب وامام ہندوستانی مسجد، مولانا عالم صاحب، مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب، مولانا قاری الیاس صاحب، حافظ و قاری فاروق صاحب دمن، مولانا عبد الرحیم، مولانا قاری ولی اللہ صاحب، مولانا اسماعیل شافعی کے علاوہ دیگر علمائے کرام نے بھی شرکت فرمائی۔

منقول بقدرے حذف از ہفت روزہ جسرات، ممبئی

ایمرجنسی کا خاتمہ عنقریب
مگر دہشت گردی کے خلاف جنگ جاری: اردوغان

ترکی کے صدر رجب طیب اردوغان کے ترجمان نے کہا کہ اردوغان اگلے ہفتے ملک میں نافذ ہنگامی حالت ختم کر دیں گے تاہم دہشت گردی کے خلاف جاری عسکری کارروائیوں میں کوئی کمی نہیں لائی جائے گی۔ ترکی میں نافذ ہنگامی حالت کی موجودہ مدت ۱۹؍ جولائی کو ختم ہو رہی ہے اور صدر اردوغان نے عندیہ دیا ہے کہ اس میں اب مزید توسیع نہیں کی جائے گی۔ ترکی میں جولائی ۲۰۱۶ء کی ناکام فوجی بغاوت کے بعد حکومت نے ملک میں ہنگامی حالت کا نفاذ کرتے ہوئے ایک بڑا کریک ڈاؤن شروع کر دیا تھا، جس کے دوران ہزارہا فوجیوں، پولیس اہل کاروں، ججوں اور دیگر سرکاری ملازمین کو اس بغاوت سے تعلق کے شبہہ میں ان کی ملازمتوں سے برطرف کر دیا گیا تھا۔

ترکی میں نئے صدارتی پارلیمانی نظام کے نفاذ کے بعد کابینہ کے پہلے اجلاس کے تناظر میں صدر اردوغان کے ترجمان ابراہیم کالن نے کہا کہ اس وقت ایسا لگ رہا ہے کہ ایمرجنسی ۱۸؍ جولائی کو ختم ہو جائے گی مگر دہشت گردی کے خلاف جنگ مروجہ ملکی قوانین کے تحت جاری رہے گی۔ کالن نے یہ بھی کہا کہ کسی غیر ملکی خطرے کی صورت میں یہی ہنگامی حالت دوبارہ بھی نافذ کی جا سکتی ہے۔ انقرہ حکومت کا الزام رہا ہے کہ ناکام فوجی بغاوت کے درپردہ جلاوطن ترک مبلغ فتح اللہ گولن کا ہاتھ تھا، تاہم گولن ان الزامات کو مسترد کرتے ہیں۔ جولائی ۲۰۱۶ء میں نافذ کردہ اس ہنگامی حالت کی مدت میں مجموعی طور پر حکومت نے سات مرتبہ توسیع کی تھی۔ اس دوران بغاوت سے تعلق کے شبہہ میں ۷۰؍ ہزار افراد کو حراست میں لیا گیا جب کہ ایک لاکھ دس ہزار سرکاری ملازمین اور فوجی اہل کاروں کو برطرف کیا گیا۔ اس طرح اس بغاوت سے ربط کے الزام پر ملک بھر میں تقریباً ۱۳۰۰؍ تنظیموں اور فاؤنڈیشنز کو بھی بند کر دیا گیا تھا۔ جمعہ کے روز صدر اردوغان نے کہا تھا کہ ۱۶؍ جولائی کو اس ناکام فوجی بغاوت کے دو برس مکمل ہونے پر ملک کے تمام ۸۱؍ صوبوں میں ناقابلِ فراموش تقاریب منعقد کی جائیں گی۔ جون کی ۲۴؍ تاریخ کو ہونے والے ملکی انتخابات کے بعد رجب طیب اردوغان سربراہِ مملکت کے علاوہ سربراہِ حکومت کے اختیارات کے حامل بھی ہو گئے ہیں۔ اردوغان نے اپنی انتخابی مہم میں وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ دوبارہ منتخب ہو گئے تو ملک میں نافذ ہنگامی حالت ختم کر دی جائے گی۔

از: روزنامہ انقلاب وارانسی، ۱۵؍ جولائی ۲۰۱۸ء